نواب صدیق حسن خان

اسلامک سروسز سوسائٹی

# اسعاد العباد بحقوق الوالدین والاولاد

نواب صدیق الحسن خانؒ بھوپالی

اسلامک سروسز سوسائٹی
179-A احمد بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن
لاہور پاکستان

# وقف لِلّٰہِ تعالیٰ


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | اسعاد العباد بحقوق الوالدین والاولاد |
| ناشر | : | کرامت اللہ شیخ |
| | | اسلامک سروسز سوسائٹی |
| | | A-179 احمد بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن |
| | | لاہور پاکستان،فون نمبر 5863199 |
| زیر اہتمام | : | عثمان غنی شیخ |
| کمپوزنگ | : | خالد مسعود، دانیال کمپوزنگ سینٹر، |
| | | نیوگارڈن ٹاؤن لاہور 0300-948548 |

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ (لقمٰن: ۱۴)

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف اُٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دُودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

# عرض ناشر

اس وقت ملک میں ایک انتشار کی کیفیت ہے۔ اخلاقی اور دینی اصولوں کو پامال کیا جا رہا ہے۔ آج کل کا نوجوان پہلے سے زیادہ مغربی تہذیب کا دلدادہ بن چکا ہے۔ معاشرے میں بڑوں کا ادب و احترام اور چھوٹوں پر شفقت والا دینی و اخلاقی ضابطہ کمزور ہو چکا ہے۔ ایک نفسانفسی کا عالم ہے۔ یونیورسٹی اور کالج میں پڑھنے والے اور فارغ التحصیل نوجوان اخلاقی و معاشرتی آداب سے بہت دور ہوتے جا رہے ہیں اور والدین کا ادب و احترام مفقود ہوتا جا رہا ہے اس ماحول کو دیکھتے ہوئے بڑے عرصے سے خواہش تھی کہ ایک ایسی کتاب شائع کی جائے جس میں والدین کے ادب و احترام اور عام لوگوں سے تعلقات کے بارے میں قرآن وسنت کی تعلیمات پیش کی جائیں۔ خوش قسمتی سے مجھے مولانا نواب صدیق الحسن خان بھوپالی کی ایک پرانی کتاب ''الاسعاد العباد بحقوق الوالدین والاولاد'' کا ایک نسخہ مل گیا جو کہ سو سال پہلے شائع ہوا تھا۔ یہ کتاب نوجوانوں کو والدین کی اطاعت اور دینی احکامات سے متعارف کرانے کے لیے بڑی قیمتی چیز ہے۔ اس لیے میں نے اس کتاب کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا جو اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس سلسلہ میں خاص طور پر میں ڈاکٹر خالد محمود صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے کتاب کو مفید بنانے میں میرے ساتھ بڑا تعاون کیا ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پڑھنے والوں کے لیے مفید ثابت ہو گی اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی زندگی کو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھال لیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ

کرامت اللہ شیخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مقدمہ

# حقوق کی تقسیم کے بیان

ہر مسلمان ایمان دار پر شرعاً دو طرح کے حقوق ثابت ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے حقوق، دوسرے بندوں کے حقوق۔ سو ان دونوں قسم کے حقوق کا ادا کرنا واجب ہے۔ ہر حق کے ترک ہونے پر قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کا مطالبہ علیحدہ کرے گا اور بندوں کے حقوق کا مطالبہ علیحدہ۔ اللہ کے حقوق وہی ہیں جو اس نے اپنے انبیاء و رسل کی زبان پر عبادات و طاعات میں فرض و واجب کیے ہیں۔ اور ان کے ترک پر عتاب وعذاب کی وعید فرمائی ہے اس میں اسلام کے پانچ بنیادی اصول داخل ہیں۔ رہے حقوق العباد، سو وہ بہت ہیں۔ جیسے حق نبی و اہل بیت وصحابہ و ائمہ ونحوھم، لیکن اس جگہ ان سب سے بحث نہیں۔ فقط حقوق اصول وفروع یعنی ماں باپ و اولاد بیان کرنا مقصود ہے۔ بقیہ حقوق العباد کا بیان اگر اللہ نے چاہا تو دوسری تحریر میں ضبط کیا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اپنے حقوق کے لیے درگذر بھی فرمائے گا اس لیے کہ اس کی رحمت غضب پر غالب ہے مگر حقوق العباد کی معافی تب ہی ہوگی کہ صاحب حق معاف کرے۔ لہٰذا زیادہ خوف انہی حقوق کے ترک کرنے میں ہے مومن کامل وہی ہوتا ہے جو ہر حقدار کا حق پورا ادا کرتا ہے ماں باپ ہوں یا بیوی بچے۔ جس نے اس جگہ اپنے ظلم کی معافی کرالی وہ اچھا رہا اور چھٹکارا پا گیا اور جس پر کسی حقدار کا حق رہ گیا وہ مشکلات سے دوچار ہوگا۔ لہٰذا حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے:

مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ

صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهٖ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

یعنی جس کسی کا کوئی ظلم اپنے بھائی پر ہے عزت وآبرو یا کسی اور چیز کا، تو وہ آج اس سے معاف کرا لے قبل اس کے کہ نہ دینار ہو اور نہ درہم، اگر اس کا کوئی عمل صالح ہوا تو بقدر ظلم لے لیا جائے گا۔ اور اگر اس کے اعمال صالح نہ ہوئے تو اس کے بھائی کے برے اعمال اس پر لاد دے جائینگے۔

دوسرے مرفوع الفاظ اس طرح ہیں۔

لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یعنی قیامت کے دن حق والوں کے حقوق دلائے جائیں گے یہاں تک کہ بغیر سینگ کی بکری کا بدلہ سینگ والی سے لیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ حق ایک ایسی اہم چیز ہے کہ حیوان کو بھی اس سے نجات نہیں ملے گی۔ حالانکہ وہ بے شعور محض تھا۔ پھر انسان کا کیا ذکر ہے جو کہ عقل وشعور رکھتا ہے۔

تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

قال ﷺ: "اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَ صِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَيَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ أَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ" (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جانتے ہو مفلس کون ہے کہا مفلس ہم میں وہ شخص ہے جس کے پاس نہ کچھ روپیہ ہے نہ سامان۔ فرمایا مفلس میری امت میں وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت زنا لگائی ہوگی اور کسی کا مال خورد برد کر لیا ہوگا۔ اور کسی کا خون کیا ہوگا، اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ پھر اس کو اس کی حسنات دیں گے اسی طرح دوسرے کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ اگر وہ حسنات قبل حکم اخیر کے ختم ہو جائیں گی تو ان کی خطائیں لے کر اس شخص پر ڈال دی جائیں گی۔ پھر اس کو آتش جہنم میں پھینک دیں گے۔

اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ حقوق العباد کا مؤاخذہ بہت سخت ہوگا۔ کوئی یہ سمجھے کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ بجالانے سے حقوق العباد کا مطالبہ نہ ہوگا تو یہ اس کی غلط فہمی ہے بلکہ حقوق و مظالم کے عوض اُس کی ساری نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی۔ یہ تہی دست رہ جائے گا اور اگر نیکیاں باقی نہ رہیں تو مظلومین و اہل حقوق کی بُرائیاں اس کے گلے باندھ کر اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حقوق العباد میں نہ معافی ہوگی اور نہ سفارش ہوگی۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خصم مظلوم کو راضی کر دے۔ لہٰذا حدیث اِبُو اُمَامہ میں فرمایا ہے۔

مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ اَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

یعنی سب سے بدتر درجہ میں قیامت کے دن وہ بندہ ہوگا جس نے اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے پیچھے برباد کر دی۔

حدیث سابق میں تینوں طرح کے حقوق کا ذکر فرمایا تھا جان، مال، آبرو۔ اس لیے ان ہر سہ امر کا ایک ہی حکم ہے۔ جیسے کسی کا جان سے مار ڈالنا ہے ویسا ہی اس کا مال چھین لینا ہے خواہ

غصب سے لیا ہو یا چوری سے یا فریب سے یا کسی اور طرح سے۔ ایسا ہی اس کی آبرو لینا ہے اور اس حدیث میں اجمالاً یہ فرمایا ہے کہ اضاعتِ حقوق میں غیر کی دنیا کے لیے اپنی آخرت ضائع کرنا ہے۔ عائشہؓ فرماتی ہیں رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں۔

اَلدَّوَاوِيْنُ ثَلَاثَةٌ دِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ الْاِشْرَاكَ بِاللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ فَذَالِكَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِي فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

دیوان یعنی صحیفہ اعمال تین طرح پر ہیں ایک وہ جس کو ہرگز اللہ نہ بخشے گا وہ شرک باللہ ہے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اللہ شرک کو نہ بخشے گا (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ) (النساء: ۴۸) اور جو گناہ شرک کے علاوہ ہے وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ دوسرا دیوان وہ ہے جس کو اللہ ہرگز نہ چھوڑے گا وہ آپس میں بندوں کا ظلم ہے یہاں تک کہ بعض کا حساب بعض سے کرے گا۔ تیسرا دیوان وہ ہے جس کی اللہ کچھ پرواہ نہیں کرتے وہ بندوں کا اپنے اور اللہ کے درمیان ظلم ہے۔ اس کا اختیار اللہ کو ہے چاہے عذاب کرے چاہے درگذر فرمائے۔ یہ حدیث صریح دلیل ہے اس بات پر کہ حقوق اللہ معاف ہو سکتے ہیں مگر حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔ ان کا بدلہ ظالم کو ضرور ملے گا سو اکثر لوگ اللہ کے حقوق تو کم ضائع کرتے ہیں یعنی نماز روزہ، حج، زکوٰۃ بجالاتے ہیں لیکن حقوق العباد کی کچھ پرواہ نہیں کرتے حالانکہ بڑے خوف کا مقام یہی حق

العباد ہے پس ان حقوق العباد کے ضائع ہونے سے حقوق خدا بھی کچھ نفع بخش نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ حقوق کے عوض وہ نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گی یہ مفلس رہ جائے گا۔ جب بالکل نیکیوں سے خالی ہو گیا تو اب سوائے جہنم کے کہیں ٹھکانا اس کا باقی نہ رہا۔ یہ حقوق انہی تین چیزوں سے متعلق ہیں جان، مال، آبرو۔ سو بہ نسبت جان کے ظلم کے مال کا ظلم زیادہ واقع ہوا کرتا ہے دنیا سے امانت اٹھ گئی خیانت رہ گئی مال جس طرح سے ہاتھ آتا ہے حرام خالص ہو یا مشتبہ، اس کے لینے میں کسی کو کچھ دریغ نہیں ہوتا بلکہ تحصیل مال کے لیے ہزار مکر وحیلہ وفریب کرتے ہیں اور اپنے آپکو عقلمند اور جس کا مال کھا جاتے ہیں اس کو بیوقوف سمجھتے ہیں لیکن قیامت میں یہی ظالم احمق ٹھہریں گے اور مظلوم اپنا حق لے کر عقلمند ہو جائے گا۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

پھر جو شخص قتل اور باطل طریقے سے حاصل کیے ہوئے مال سے بچ جاتا ہے تو وہ آبرو ریزی سے کسی طرح محفوظ نہیں رہتا۔ ضرور کسی کو مارتا ہے کسی کو گالی دیتا ہے کسی پر تہمت لگاتا ہے کسی پر افتراء باندھتا ہے تو ایسا شخص اور قاتل اور حرام خور گناہ میں برابر ہے اور جزا میں یکساں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں معاملوں کا ایک حکم رکھا ہے بغیر کسی فرق کے۔ یہ تینوں معاملات حق ہونے میں ایک دوسرے کے برابر ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کا حق ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ حدیث علی مرتضیٰؓ میں فرمایا ہے۔

إِيَّاكَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّمَا يَسْأَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَقَّهٗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

یعنی تو دعائے مظلوم سے بچ۔ کیونکہ اللہ اپنے حق کا تو فقط سوال ہی کرے گا پھر چاہے پکڑے یا چھوڑے مگر حقدار کو اس کے حق سے محروم نہ رکھے گا۔ اس کا حق ظالم سے ضرور ہی دلوائے گا۔ اسی لیے حضرت عمرؓ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ متفق علیہ

قیامت کے دن ظلم اندھیرا ہوگا۔ ابوموسیٰ کے مرفوع الفاظ اس طرح ہیں۔

اِنَّ اللہَ لَیُمْلِی الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

یعنی اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت وڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ یعنی دنیا میں بھی وہ مصائب کی لپیٹ میں آجاتا ہے آخرت تو الگ رہی۔

آتش سوزاں نکند با سپند　　　آنچہ کند درد دلِ دردمند

کتاب وسنت، ظلم اور حقوق العباد کے ضیاع کی مذمت سے لبریز ہیں یہ گناہ جس قدر سخت ودرشت ہے اور جس قدر انجام اس کا بد ہے اتنا ہی یہ نظر خلق میں آسان ہوگیا ہے اس زمانہ میں ایسے لوگ جو حقوق العباد کو مکمل ادا کریں خصوصاً حقوقِ والدین یا اولاد یا ازواج یا قرابت یا حقوق اسلام کمیاب ہیں بلکہ نایاب ہیں۔ دنیا نام کے مسلمانوں سے بھری پڑی ہے لیکن کام کے مسلمان لاکھ میں ہزار اور ہزار میں سو اور سو میں دس بھی میسر نہیں آتے۔ اِنَّا لِلہِ

# حقوق العباد سے متعلقہ آیات کے بیان میں

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللہَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (البقرۃ ۸۳)

جب ہم نے بنی اسرائیل کا اقرار لیا کہ بندگی نہ کرو مگر اللہ کی۔ اور والدین سے نیک سلوک کرو اور قرابت والے سے اور یتیموں اور محتاجوں سے، اور

لوگوں سے نیک بات کہو اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ۔

**ف**: اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ احکام سابقہ انبیاء اور امتوں پر فرض تھے۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کو اپنی عبادت و نماز و زکوٰۃ کے ہمراہ ذکر کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کرنا فرض ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (سورۃ النساء ۳۶)

اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو اور قریبی اور یتیموں سے فقیروں سے اور ہمسایۂ قریب سے اور ہمسایۂ اجنبی سے اور برابر کے رفیق سے اور مسافر سے اور اپنے غلاموں سے۔

**ف**: موضح القرآن میں ہے یعنی اول اللہ کا حق ادا کرو پھر ماں باپ کا، پھر ان سب کا درجہ بدرجہ، ہمسایہ قریب کا حق زیادہ ہے اور ہمسایہ اجنبی کا اس سے کم، برابر کا رفیق، جو ایک کام میں ساتھ شریک ہو، جیسے ایک استاد کے دو شاگرد، یا ایک خاوند کی دو بیویاں یا ایک مالک کے دو نوکر، پھر فرمایا ان کے حق ادا نہ کرنے والا وہی ہے جس کے مزاج میں تکبر و خود پسندی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتا۔ انتہیٰ

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے حق کے بعد سب سے مقدم حق ماں باپ کا ہے جس نے ان کے حق کو ادا نہ کیا وہ کسی کے حق کو ادا نہ کرے گا۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (الانعام ۱۵۱)

آؤ میں سنا دوں وہ جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ بناؤ

اس کے ساتھ کسی کو اور ماں باپ سے نیکی کرو۔

**ف**: اس جگہ احسان والدین کو عدم شرک کے ہمراہ ذکر کیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح شرک فی العبادۃ حرام ہے اسی طرح والدین کے ساتھ احسان کرنا فرض ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

اے رب ہمارے بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو، اور سب ایمان والوں کو جس دن حساب ہوگا۔

**ف**: یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کے لیے دعائے مغفرت کرنا سنت انبیاء ہے یہ دعا اس وقت کی تھی جب کہ انہیں اپنے والد کے کافر ہونے کا علم نہ تھا جب معلوم ہوا کہ وہ مشرک ہے تو بحکم خدا دعا کرنے سے روک دیئے گئے۔ ایک حق ماں باپ کا اولاد پر یہ بھی ہے کہ ان کے لیے بخشش کی دعا کرتا رہے۔ یہ دعا دیگر مومنین کے لیے دعا پر مقدم ہے حدیث میں آیا ہے کہ:

قَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ: "اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ وَ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرتا ہے تو اس کا عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا اسے ثواب ملتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ، دوسرا ایسا علم چھوڑ گیا جس سے دنیا مستفید ہو رہی ہے اور تیسرا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (الاسراء ۲۳)

فیصلہ کیا تیرے رب نے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ
سے بھلائی کرو اگر والدین میں سے ایک یا دونوں تیری موجودگی میں
بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہہ اور نہ ان کو جھڑک۔ اور کہہ ان کو
بات ادب کی اور جھکا ان کے لیے عاجزی کا پہلو پیار سے اور کہہ اے
میرے رب ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

**ف**: اس جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ ادب واحسان کو اپنی عبادت کے بعد ذکر کیا ہے اسی طرح ہر جگہ ان کے حق کو اپنے حق کے بعد تمام مخلوق کے حقوق پر مقدم کیا ہے۔ یہ حقوق والدین کے کمال اعتناء واہتمام پر دلیل ہے۔ پھر یہاں تک ادب سکھایا کہ والدین کے روبرو اف بھی نہ کہو اور ان کے ساتھ سخت کلام سے پیش نہ آؤ بلکہ نرم بات کرو اور عاجزانہ اور خاکسارانہ برتاؤ رکھو۔ اور ان کے لیے دعا گو رہو۔ والدین کے ساتھ احسان کو اللہ تعالیٰ نے واجب فرمایا ہے اب جو کوئی حکم کی مخالفت کرے گا وہ اللہ کا نافرمان ہوگا۔ اور والدین کا بھی نافرمان ہوگا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کے ترک پر بازپرس کرے گا اسی طرح ترک احسان اور بے ادبی والدین پر بھی مواخذہ کرے گا۔ فتح البیان میں اس آیت کے نیچے کہا ہے کہ لفظِ قضٰی سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے امرِ جزم، حکمِ قطع وحتمِ مبرم (قطعی وحتمی فیصلہ) کیا ہے۔ ابنِ عباس نے بجائے قضٰی وصّٰی پڑھا ہے قضٰی اس جگہ بمعنی اوجب (واجب کیا) ہے احسان سے مراد اس جگہ برّ (نیکی) ہے اس کو عبادت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ والدین کے حقوق کی تاکید ہو جائے۔ اسی طرح دوسری آیت میں اپنے شکر کو والدین کے شکر کے ساتھ ملایا ہے۔ پھر حالتِ کبر (بڑھاپا) کو بالتخصیص ذکر کیا کیونکہ والدین کو اس حالت میں اولاد کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ کسی حالت اجتماع وانفراد میں ان کے سامنے دم نہ مار۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے۔

لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنَ الْعُقُوْقِ اَدْنٰى مِنَ اُفٍّ لَحَرَّمَهٗ

(یعنی اگر کوئی بے ادبی یا گستاخی اف سے بھی کم تر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو

بھی حرام کردیتے) اصمعی کہتے ہیں۔

اِسْتَعْمَلُوْهُ فِیْ کُلِّ مَا یَتَاَذَّوْنَ بِہٖ

(یعنی عرب ہر تکلیف دہ چیز پر اف کا لفظ استعمال کرتے ہیں) ابن عربی نے کہا:

اِنَّ لَاُفَّ الضَّجْر

(یعنی اف ڈانٹ ڈپٹ کو کہتے ہیں) قتیبی نے کہا:

ذِکْرُوْهُ عِنْدَ کُلِّ مَکْرُوْہٍ یَصِلُ اِلَیْہِمْ

(یعنی ہر ناگوار چیز پر عرب اف کا لفظ بولتے تھے) شوکانیؒ نے کہا ہے:

وَبِھٰذَا النَّھْیِ یُفْھَمُ النَّھْیُ عَنْ سَائِرِ مَا یُؤْذِیْھِمْ بِفَحْوَی الْخِطَابِ اَوْلَحْنِہٖ کَمَا ھُوَ مُقَرَّرٌ فِی الْاُصُوْلِ اِنْتَھٰی

اس نہی سے ہر چیز کی نہی (ممانعت) ہو جاتی ہے جو والدین کو گفتگو یا اندازِ گفتگو سے تکلیف دہ ہو۔

لفظ نہر یمعنی ضجر وغلظت ہے۔ قول کریم سے مراد کلام نرم ولطیف، جمیل، سہل، جس میں ادب وحیاء واحتشام (شان وشوکت) کی آمیزش ہو۔ محمد بن زبیر نے کہا یعنی جب والدین پکاریں تو لبیك سعدیك کہو۔ بعض نے فرمایا یا اماہ یا ابتاہ کہو۔ نام وکنیت سے نہ پکارو۔ خفضِ جناح سے مراد خضوع وتذلل ہے جس طرح کہ غلام اپنے تُند خُو مالک کے سامنے خاکساری کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ انکے لیے دعا کرو گورات دن میں پانچ بار ہی ہو۔ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ بَالَغَ سُبْحَانَہٗ فِی التَّوْصِیَۃِ بِالْوَالِدَیْنِ مُبَالَغَۃً تَقْشَعِرُّلَھَا جُلُوْدُ اَھْلِ الْعُقُوْقِ وَتَقِفُ عِنْدَھَا شُعُوْرُھُمْ حَیْثُ اِفْتَتَحَھَا بِالْاَمْرِ بِتَوْحِیْدِہٖ وَعِبَادَتِہٖ ثُمَّ شَفَعَھَا بِالْاِحْسَانِ اِلَی الْوَالِدَیْنِ ثُمَّ ضَیَّقَ الْاَمْرَ فِیْ مُرَاعَاتِہِمَا حَتّٰی یُرَخِّصَ فِیْ اَدْنٰی کَلِمَۃٍ تَنْفَلِتُ مِنَ الْمُتَضَجِّرِ مَعَ

مُوْجِبَاتِ الضَّجْرِ وَمَعَ اَحْوَالٍ لَا يَكَادُ الْاِنْسَانُ يَصِيْرُ الْاِنْسَانُ مَعَهَا وَاَنْ يَذِلَّ وَيَخْضَعَ لَهُمَا ثُمَّ خَتَمَهَا بِالْاَمْرِ بِالدُّعَاءِ لَهُمَا وَالتَّرَحُّمِ عَلَيْهِمَا وَهٰذِهٖ خَمْسَةُ اَشْيَاءَ كُلِّفَ الْاِنْسَانُ بِهَا فِيْ حَقِّ الْوَالِدَيْنِ وَقَدْ وَرَدَفِي بِرِّ الْوَالِدَيْنِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ ثَابِتَةٌ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا وَهِيَ مَعْرُوْفَةٌ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ انتهٰى

اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسنِ سلوک میں ایسا مبالغہ کیا ہے جس سے نافرمانوں کے بدن کانپ اٹھیں اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے خدمت والدین کو اپنی توحید و عبادت سے شروع کیا پھر احسان والدین کو اس سے ملایا پھر ان کے ادب و لحاظ میں اتنی سختی کی کہ ان کی کسی ناگوار بات پر معمولی کلمہ نکالنے کی بھی اجازت نہیں دی بلکہ ان کے سامنے عاجزی وانکساری کا حکم دیا۔ پھر ان کے حق میں دعا کا حکم دے کر بات کو ختم کر دیا۔ یہ پانچ چیزیں ہیں کہ انسان کو والدین کے حق میں جن کا مکلف کیا ہے۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے مسئلہ پر بہت سی احادیث ہیں جو بخاری مسلم اور دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں (مزید استفادہ کے لیے ان کو دیکھا جا سکتا ہے)

ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ قضی بمعنی امر و وصیت ہے۔ "اُف" سے مراد یہ ہے کہ ان کو کوئی بری بات نہ سنائے یہاں تک کہ تافیف (اف) بھی نہ کرے کیونکہ یہ بھی ہلکے درجے کی گستاخی ہے اور نہر (جھڑکنا) سے مراد یہ ہے کہ تجھ سے کوئی برا فعل ان کے حق میں صادر نہ ہو بلکہ قول حسن و فعل عمل میں آئے مراد قول کریم سے لین (نرم) طیب، حسن ہے وہ بھی ادب و احترام اور تعظیم و توقیر کے ساتھ۔ خفضِ جناح مراد فعل میں تواضع ہے اور دعائے رحمت سے مراد دعا کرنا بڑھاپے میں اور موت کے بعد۔ حدیث مقدام میں معدیکرب میں فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُوْصِیْکُمْ بِاٰبَائِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ یُوْصِیْکُمْ بِاُمَّھَاتِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ یُوْصِیْکُمْ بِاُمَّھَاتِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ یُوْصِیْکُمْ بِاُمَّھَاتِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ یُوْصِیْکُمْ بِالْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ (اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃ)

یعنی نبی ﷺ نے والد کے ساتھ احسان کا ایک مرتبہ فرمایا اور ماں کے ساتھ تین مرتبہ۔

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کر رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے پوچھا:

ھَلْ اَدَّیْتُ حَقَّھَا (کیا میں نے ماں کا حق ادا کر دیا ہے) فرمایا

لَاوَلَا بِزَفْرَۃٍ وَّ احِدَۃٍ اَوْکَمَا قَالَ ﷺ رواہ البزار

ابھی تو ماں کے ایک تکلیف کا بھی حق ادا نہیں ہوا۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا وَ اِنْ جَاھَدٰکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا (العنکبوت ۸)

ہم نے انسان کو پابند کیا کہ وہ اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرے اگر وہ تجھے مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی تجھے خبر نہیں تو ان کا کہنا نہ مانو۔

**ف**: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کو اپنی وصیت قرار دیا ہے اس سے کمال درجہ کی تاکید احسانِ والدین کے بارہ میں ثابت ہوتی ہے احسان میں نیکی کی تمام انواع و اقسام داخل ہیں۔ ان میں سے ایک اطاعت والدین ہے دینی اور دنیاوی تمام معاملات میں۔ خواہ واجبات ہوں یا مستحبات یا مباحات، سوا شرک کے۔ اگر ماں باپ ایسے امر کا حکم دیں جس میں خدا کے ساتھ شریک کرنا پڑتا ہو تو اس کام میں ان کی اطاعت اولاد پر واجب نہیں ہے سوائے شرک باللہ

کے تمام امور میں ان کی اطاعت بعد عبادت خدا کے مقدم ہوتی ہے یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے صرف والدین کے لیے خاص کی ہے کوئی دوسرا حق والا اس مرتبہ میں والدین کا شریک نہیں ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (لقمان ۱۴-۱۵)

ہم نے انسان کو اس کے والدین کے لیے پابند کیا اس کو اس کی ماں نے مشقتوں سے اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا کہ شکریہ ادا کر میرا اور اپنے والدین کا۔ آخر میری طرف آنا ہے اور دنیا میں ان کا ساتھ اچھے طریقے سے نبھا۔

**ف**: موضح قرآن میں ہے اللہ تعالیٰ نے شرک کے بعد اور تمام نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق رکھا ہے یعنی اللہ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہمیں ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے حکم کی بجا آوری کرنا اور ان کے حق کا خیال کرنا اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے۔ پھر خاص کر ماں کے حق کو اس لیے ذکر کیا کہ اس کی تکلیف بہ نسبت باپ کے حمل و فصال، (دودھ پلانا) کی صورت میں بہت زیادہ ہے لہٰذا جس کی تکلیف زیادہ اس کا حق بھی زیادہ ہے پھر اپنے شکر کے بعد والدین کے شکر کا مطالبہ کیا۔ اور پھر دھمکی دی کہ اگر تم نے والدین کی حقوق و شکر کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو میری ہی طرف تمہیں آنا ہے میں تمہیں تمہاری کوتاہی کی سزا دوں گا۔ پھر شرک کو اس وصیت سے مستثنیٰ کیا کہ سب امور میں تم پر ان کی اطاعت واجب ہے مگر شرک میں ان کی اطاعت نہ کرو۔ لیکن دیگر امورِ دنیا میں تم ان کی اطاعت سے نہ نکلو۔ مگر ضابطے اور قاعدے کے مطابق ان کا ساتھ دو اور ان کو نہ چھوڑو۔

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا

تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (الصّافات:۱۰۲)

اے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں، پس تیری کیا رائے ہے بیٹے نے جواب دیا اے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے کر گزریئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔

**ف:** یہ آیت دلیل ہے اس بات پر کہ والدین کی کسی معاملے میں نافرمانی نہ کرے اگرچہ جان جائے۔ یہ بات کہ اللہ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق سب حقوق پر مقدم ہے اس اطاعت اسماعیل علیہ السلام سے بخوبی ثابت ہوگئی۔ وللہ الحمد۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بیٹا اگرچہ پیغمبر ہو تب بھی اس پر باپ کی اطاعت واجب ہے۔ یہ وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سوائے شرک کے تمام امور میں اپنے باپ کی اطاعت کو اپنا نصب العین سمجھتے تھے۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر تھے اور اُن کے باپ مشرک تھے۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّ وَضَعَتْہُ کُرْھًا وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا حَتّٰیٓ اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (الاحقاف:۱۵)

ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا پابند کیا ہے اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور اس کو تکلیف سے جنا۔ اس کا حمل میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا تو کہنے لگا اے میرے رب میری قسمت

میں کر کہ میں تیرے احسان کا شکر یہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور یہ کہ میں نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو اور مجھ کو نیک اولاد دے، میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں فرمانبردار ہوں۔

**ف**: موضح قرآن میں ہے کہ پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے اگر لڑکا قوی ہو تو اکیس مہینے میں دودھ چھوڑتا ہے اور نو مہینے حمل کے ہیں۔

یہ آیت دلیل ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ وصیت کی ہے کہ ہم ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور وہ سلوک یہی ہے کہ سوائے شرک و کفر کے ہر امر میں ان کی اطاعت کریں۔ پھر اشارۃً ماں کے حق کی زیادتی بیان فرمائی ہے کیونکہ اس کی تکلیف بہ نسبت باپ کے زیادہ ہے لہٰذا حسن سلوک میں ماں کا حق بھی زیادہ ہے پھر اشارہ کیا کہ اولاد سعادت مند وہ ہے جو اپنی اور والدین کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی دعا کرنا چاہے تو وہ مذکورہ دعا پڑھے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا (نوح:۲۸)

اے اللہ مجھے اور میرے والدین کو اور جو بھی میرے گھر میں ایماندار ہو کر داخل ہو اس کو اور مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو معاف کر دے ظالموں کو تباہی و بربادی میں زیادہ کر۔

**ف**: یہ دعا نوح علیہ السلام نے کی تھی معلوم ہوا کہ والدین کے لیے دعا کرنا سنت انبیاء ہے۔ پہلے والدین کے لیے دعا کرے پھر مومن مردوں اور عورتوں کے لیے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے والدین کو تمام اہل پر مقدم رکھا ہے اسی طرح اولاد بھی ان کو تمام اہل حقوق پر دعا، احسان، ادب اور اطاعت میں مقدم رکھے۔ پھر ظالموں کے حق میں بددعا کی۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو والدین کے لیے دعا نہیں کرتا اور ان کا حق نہیں پہچانتا وہ ظالم ہے اور ظالم تباہ و برباد ہونے والا ہے۔

# والدین کے حقوق سے متعلقہ احادیث کے بیان میں

ابن مسعود رضہ اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا میں نے کہا پھر کونسا عمل، فرمایا ماں باپ سے نیکی کرنا، میں نے عرض کی پھر کونسا، فرمایا خدا کے راستے میں جہاد کرنا رواہ البخاری و مسلم

اس حدیث میں پہلے نماز کا ذکر کیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے بندوں پر، پھر ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر کیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق سب سے مقدم ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں بھی اللہ کے حق کے بعد سب سے مقدم والدین کا حق ہے۔ جس طرح سب کا معبود ایک ہے اسی طرح ہر شخص کا ماں باپ ایک ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ واحد حقیقی ہے اور ماں یا باپ واحد مجازی ہے یہ ایک بڑی مناسبت ہے والدین کو خالق حقیقی کے ساتھ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کو اپنے حق کے ساتھ ملا کر ذکر کیا۔ تا کہ والدین کی عظمت اور ان کا مقدم ہونا تمام اہل قرابت پر، اولاد کو سمجھایا جا سکے۔ پھر جہاد کا ذکر کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا فضیلت جہاد سے بھی بڑھ کر ہے۔

۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا!

لَا يَجْزِيْ وَلَدٌ وَالِدَهٗ اِلَّا اَنْ يَجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

یعنی بیٹا باپ کو اس کے حق کا بدلہ نہیں دے سکتا مگر اس صورت میں کہ بیٹا باپ کو کسی کا غلام پائے اور خرید کر اس کو آزاد کر دے۔ یعنی باپ کا اولاد پر

یہ بھی حق ہے کہ اگر باپ کو غلام پائے تو اس کو غلامی سے آزاد کرائے۔

۳) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد کرنے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں، عرض کی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا فِفِيهِمَا فَجَاهِدْ کہ تو ان کی خدمت میں کوشش کر، تیرا جہاد یہی ہے۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مُسْلِمٌ وَ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِي

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ والدین کی خدمت فضیلت جہاد پر مقدم ہے حالانکہ جہاد وہ عمل ہے جس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ غازی مغفور (بخشا ہوا) ہوتا ہے اور شہید ماجور (ثواب والا) ہوتا ہے مگر والدین کی خدمت کرنا اس سے بھی بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے۔

۴) دوسری روایت مسلم کی یوں ہے کہ ایک آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے میں ہجرت و جہاد پر بیعت کرتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا:

فَهَلْ مِنْ وَّالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے عرض کی ہاں دونوں زندہ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللهِ کیا تو اللہ سے اجر کا طالب ہے اس نے عرض کی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا:

فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا

اپنے والدین کے پاس جا اور اچھی طرح ان کی خدمت کر۔ اس حدیث میں خدمت و صحبتِ والدین کو ہجرت اور جہاد دونوں پر ترجیح دی ہے۔

۵) ابن عمرو نے مرفوع بیان کیا ہے کہ آنحضور ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ کے پاس ہجرت پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اور والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا:

اِرْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

یعنی واپس جا اور ان کو ہنسا جس طرح کہ تو نے ان کو رلایا ہے۔

معلوم ہوا کہ والدین کا حق اولاد پر زائد عبادات (ہجرت وغیرہ) کی بہ نسبت زیادہ اور مقدم ہے۔

۶) ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی یمن سے ہجرت کر کے (جہاد کے لئے) رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا تیرا کوئی رشتہ دار یمن میں موجود ہے۔ اس نے عرض کی کہ میرے ماں باپ ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا انہوں نے تجھے اجازت دے دی ہے اس نے عرض کی نہیں آپ ﷺ نے فرمایا جا کر ان سے اجازت لے۔ اگر وہ تجھ کو اجازت دیں تو تو جہاد کر ورنہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کر۔ رواہ ابوداؤد۔

معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کا انحصار والدین کی اجازت پر ہے تو دنیاوی امور میں ان کی اجازت حاصل کرنا بالاولیٰ معتبر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ

میں اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہلوں گا جب تک کہ میرے والد مجھے اجازت نہ دیں گے۔ دنیاوی امور میں والد کی اطاعت پر یہ قوی دلیل ہے۔ اسی طرح والدہ کی اطاعت کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ والدہ کا حق والد سے تین گنا زیادہ ہے۔

۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اس نے نبی ﷺ سے جہاد کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا تیرے ماں باپ زندہ ہیں اس نے عرض کی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا:

**ففیهما جاهد (رواه مسلم وغیره)**

یعنی تو ان کی خدمت بجالا یہی تیرا جہاد ہے۔ گویا والدین کا خادم مجاہد اور غازی کے حکم میں ہوتا ہے اور والدین کی خدمت جہاد پر مقدم ہے۔

۸) حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور آکر کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں مگر جہاد پر قدرت نہیں رکھتا آپ نے ارشاد فرمایا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کی کہ میری ماں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

قَابِلِ اللّٰهِ فِي بِرِّهَا فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَأَنْتَ حَاجٌّ وَمُعْتَمِرٌ وَمُجَاهِدٌ (رَوَاهُ أَبُو يَعْلٰى وَالطَّبْرَانِي فِي الصَّغِيْرِ وَالْأَوْسَطِ وَإِسْنَادُهُمَا جَيِّدٌ مَيْمُوْنِ ابْنُ نُجَيْحٍ وَثَّقَهُ ابْنُ حَبَّانَ وَبَقِيَّةُ رُوَاتِهِ ثِقَاتٌ مَشْهُوْدُوْنَ)

یعنی نیکی کی امید کرتے ہوئے تو اس کے ساتھ نیکی کر۔ جب تو یہ کام کرے گا تو حاجی، عمرہ کرنے والا اور جہاد کرنے والا ہوگا۔

اس جگہ احسان والدین کو حج اور عمرہ پر مقدم کیا ہے الغرض ہر جگہ کوئی بھی نیک عمل اللہ کے حق کے بعد خدمت واطاعتِ والدین سے بڑھ کر نہیں۔ گویا کہ والدین کی اطاعت وخدمت سب عبادات سے زیادہ اجر وثواب رکھتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو تکلیف اور مشقت حج و عمرہ وجہاد وہجرت میں اٹھانا پڑتی ہے وہ والدین کی خدمت میں نہیں ہوتی۔ باوجود اس کے والدین کی خدمت کا ثواب۔ مذکورہ تمام عبادتوں سے بڑھ کر ہے وہ بڑا بدنصیب ہے جو اس سنہری موقعہ اور نعمت عظیمہ کو ضائع کردے۔ یہ ثواب کثیر آپ نے صرف ماں کی خدمت پر فرمایا ہے پھر اگر باپ بھی موجود ہو اور اس کی بھی خدمت کرے تو سمجھو کہ اجر بھی دوگنا ہو جائے گا۔ وللہ الحمد۔

اگر اس اجر وثواب کو صرف والدہ کے لیے ہی خیال کریں تو اس سے والدہ کے حقوق اور اس کی خدمت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی کو حج اور جہاد پر قدرت نہیں تو وہ والدین کی خدمت کر کے ان عبادات کا اجر وثواب حاصل کر سکتا ہے۔

۹) طلحہ بن معاوہ سلمی سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا

اے رسولِ خدا ﷺ میں اللہ کی راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا۔

أُمُّكَ حَيَّةٌ کیا تیری ماں زندہ ہے۔

میں نے عرض کی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

اِلْزَمْ رِجْلَيْهَا فَثَمَّ الْجَنَّةُ

یعنی اپنی ماں کے قدموں سے لگا رہ، اسی جگہ جنت ہے۔ لزومِ رجلین سے مراد یہ ہے کہ اس کے سامنے ذلیل وخوار اور فرمانبردار بن کر رہو کیونکہ تیری مغفرت اسی میں ہے اس حدیث میں بھی ماں کی خدمت کو جہاد پر اہمیت و فضیلت دی ہے۔

۱۰) ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ:

اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاحَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

یعنی ایک مرد نے عرض کی اے رسولِ خدا ﷺ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دونوں تیری بہشت و دوزخ ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر تو نے ان کا حق ادا کیا اور ان کو راضی رکھا تو تجھے جنت ملے گی۔ تو بخشا جائے گا۔ اور اگر تو نے ان کا حق ادا نہ کیا اور انہیں ناراض رکھا تو تجھے دوزخ ملے گی۔ تجھ کو عذاب ہوگا۔ اس حکم میں ماں باپ دونوں برابر کے یکساں شریک ہیں۔

۱۱) معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جاہمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورہ کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیری ماں ہے اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا۔

فَالْزَمْهَا الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلَيْهَا (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِي وَاللَّفْظُ لَهُ وَالْحَاكِمُ قَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ)

یعنی ماں کی خدمت کرو کیونکہ ماں کے قدموں میں جنت ہے۔

وَرَوَاهُ الطِّبْرَانِيُّ بِاسْنَادٍ حَسَنٍ وَ لَفْظُهُ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَشِيْرُهُ الْجِهَادِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَكَ وَالِدَانِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ الْزَمْهُمَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَرْجُلِهِمَا

اس روایت میں ماں باپ دونوں کی خدمت کا حکم ہے اور بتایا گیا ہے کہ دونوں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔

۱۲) ایک شخص ابودردہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک عورت ہے اور میری ماں مجھ کو حکم دیتی ہے کہ میں اس کو طلاق دے دوں۔ حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے۔

اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِاحْفَظْهُ رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ وَقَالَ رُبَمَا قَالَ سُفْيَانُ اَبِيْ (قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ)

بہشت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے تو چاہے تو اس کو ضائع کر دے چاہے تو اس کو محفوظ رکھ، سفیان نے اس روایت میں کبھی ای کی بجائے ابی کا لفظ استعمال کیا ہے ابن حبان کے الفاظ اس روایت میں یوں ہیں کہ:

ایک آدمی حضرت ابوالدرواء کے پاس آیا اور کہا کہ میرا باپ میرے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ میری شادی کر دی۔ اور اب مجھے حکم دیتا ہے کہ میں اس کو طلاق دے دوں۔ حضرت ابو

الدرداء نے فرمایا کہ میں نہیں کہتا کو تو اپنے والد کی نافرمانی کر اور نہ میں کہتا ہوں کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ یہ بات ضرور ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے اگر چاہے تو اس کی حفاظت کر اگر چاہے تو اس کو چھوڑ دے۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ ایک روایت میں ماں کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں باپ کا ذکر۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ماں اور باپ دونوں کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب ہے۔ طلاق کا حکم ماں دے یا باپ دے دونوں کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے۔

۱۳) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میری ایک بیوی تھی مجھے اس سے بہت محبت تھی۔ میرے باپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ناخوش رہتے تھے۔ مجھے فرمانے لگے کہ تو اس کو طلاق دے دے لیکن میں نے انکار کر دیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں میری شکایت کی۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ طَلِّقْهَا اس کو طلاق دے دے

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِي وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنَ حَبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهِ وَقَالَ التِّرْمَذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق کے مسئلے میں بھی بیٹا باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور اسی طرح ماں کی فرمانبرداری بھی کرے۔

رہی بات بیٹی کی تو اس کی طلاق اس کے شوہر کے ہاتھ میں ہے نہ کہ بیٹی کے ہاتھ میں۔ ہاں اگر وہ مختار ہو تو والدین کے حکم سے طلاق لے سکتی ہے اسی طرح اگر خاوند طلاق کا اختیار خود بیوی کو دے دے تو اس صورت میں اگر والدین کی اطاعت میں شوہر سے الگ ہو گی تو یہ امر بر والدین میں داخل ہو گا۔

۱۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّمَدَّ لَهُ فِيْ عُمُرِهٖ وَيُزْدَادُ فِيْ رِزْقِهٖ فَلْيَبَرَّ

وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرُوَاتُهٗ مُحْتَجٌّ بِهِمْ فِي الصَّحِيْحِ وَهُوَ فِي الصَّحِيْحِ بِاخْتِصَارِ ذِكْرِ الْبِرِّ)

یعنی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور کے رزق میں برکت ہو اسے چاہئے کہ وہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیکی سے پیش آئے اور صلہ رحمی کرے۔

والدین کی فرمانبرداری اور اطاعت کا دنیا میں فائدہ یہ ہے کہ اسکی عمر اور رزق میں برکت ہوگی اور آخرت میں اس کی جزا جنت ہے اور والدین کی نافرمانی اور عقوق میں جہنم متعین ہے۔

۱۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے:

مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ طُوْبٰى لَهٗ زَادَ اللهُ فِيْ عُمُرِهٖ (رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَ الطِّبْرَانِي وَالْحَاكِمُ وَالْاَصْبَهَانِي وَقَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ)

یعنی جس نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا اس کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت عطا فرمائے گا۔

طول حیات ایک ایسی دولت ہے جس کی تمنا ہر فرد بشر کو ہوتی ہے۔ لیکن کسی فرد کے ہاتھ میں کوئی ایسا آب حیات نہیں جس سے اسکی تمنا کی تکمیل ہو سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ نسخہ بتایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔

اہل علم نے درازی عمر کا یہ نسخہ اپنایا ہے جو مجرب اور کامیاب ثابت ہوا ہے۔

۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں ہے کہ تم لوگوں کی عورتوں کے بارے میں پارسا رہو نتیجہ میں تمہاری عورتیں بھی پارسا رہیں گی۔ تم اپنے والدین سے نیکی کرو۔ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک سے پیش آئے گی:

رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اپنے والدین سے نیکی کرتا ہے تو اس کی اولاد بھی اس سے نیکی کرے گی۔ والا فلا

۱۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

بَرُّوْا اٰبَاءَ كُمْ تَبَرُّكُمْ اَبْنَاؤُكُمْ وَعِفُّوْا تَعِفَّ نِسَاءُ كُمْ رَوَاهُ الطِّبْرَانِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ وَرَوَاهُ اَيْضًا هُوَ وَغَيْرُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ

یعنی اپنے والدین سے نیکی کرو تم سے تمہارے بیٹے نیکی کریں گے۔ تم پارسائی کو اپناؤ، تمہاری عورتیں بھی پارسا رہیں گی۔
یہ بات جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے آزمائی جا چکی ہے کہ جو کوئی اپنے والدین سے نیکی نہیں کرتا ہے غالباً اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک نہیں کرتی۔

سالہا سال تو بگورد کہ گذر　　تو بجائے پدر چہ کردی خیر
نکنی سوی تربت پدرت　　تاہمان چشم واری از پسرت

اسی طرح جو لوگ حرام کار و عیاش ہوتے ہیں ان کی عورتیں بھی پرہیز گار نہیں ہوتیں۔ وہ بھی حرام کاری کرنے لگتی ہیں۔

۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ

رَغِمَ اَنْفُهٗ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُهٗ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَوْ اَحَدَ هُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ اس کی ناک خاک آلود ہو صحابہ نے عرض کیا کس کی ناک خاک آلود ہو۔ فرمایا جس نے اپنے

والدین کو بڑھاپے میں پایا۔ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو پایا۔ پھر جنت نہ حاصل کر سکا۔ یعنی ایسے وقت میں ان کی خدمت و طاعت کر کے جنت لینا آسان تھا۔ لیکن اپنی بدنصیبی کی وجہ سے محروم رہا۔ معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت حصولِ جنت کا سبب ہے۔

۱۹) حضرت جابر بن سمرہ کی لمبی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے پھر تین مرتبہ فرمایا آمین، آمین، آمین۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل آئے اور کہا اے محمد ﷺ:

مَنْ اَدْرَكَ اَحَدَ اَبَوَيْهِ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ فَقُلْ آمِيْنَ فَقُلْتُ آمِيْنَ رَوَاهُ الطَّبْرَانِي بِاَسَانِيْدَ اَحَدُهَا حَسَنٌ

یعنی جس نے ماں باپ میں سے ایک یا دو کو پایا پھر وہ دوزخ میں گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ (جبریل نے کہا) آمین کہو (نبی ﷺ فرماتے ہیں) میں نے آمین کہہ دیا۔

مطلب یہ کہ صرف ماں کو پایا یا باپ کو۔ لیکن وہ کام نہ کیا جس سے وہ راضی رہتے اور جنت ملتی۔ بلکہ ان کو ناراض رکھا اور دوزخ مول لی۔ تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے۔ حضرت جبریل کا آنحضور ﷺ سے آمین کہلانا اور آنحضرت ﷺ کا آمین کہنا اس دعا کی قبولیت کی واضح دلیل ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ والدین کا نافرمان یقینی طور پر دوزخی ہے۔

۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔

مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يَبَرَّهُمَا فَدَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ قُلْ آمِيْنَ فَقُلْتُ آمِيْنَ (رَوَاهُ ابْنُ حَبَّانَ فِي صَحِيْحِهِ)

اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ والدین کا نافرمان دوزخی ہے کیونکہ وہ والدین کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور رہا۔ الغرض

انسان والدین کی نافرمانی کرے یا نافرمانی نہ کرے لیکن والدین سے نیکی بھی نہ کرے دونوں صورتوں میں جنت سے محروم رہے گا اور دوزخ میں داخل ہوگا۔ اس کو ابن حبان نے حسن بن مالک بن حویرث کی حدیث سے بھی روایت کیا ہے۔

۲۱) کعب بن عجرہ کی مرفوع حدیث کے آخر میں ہے کہ:

بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ عِنْدَهٗ اَوْ اَحَدَ هُمَا فَلَمْ يَدْخُلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ آمِيْنَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَغَيْرُهٗ وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِي مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهٗ وَفِيْهِ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يَبَرَّهُمَا دَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَاَسْحَقَهٗ

وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہوا جس نے اپنے والدین میں سے دونوں یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا لیکن ان دونوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کیا میں نے آمین کہا۔ آنحضرت ﷺ کا آمین کہنا اس دعا کی قبولیت کی دلیل ہے ماں باپ سے بدسلوکی کرنے والا دوزخی ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ والدین کی طاعت وفرمانبرداری جنت کو واجب کرنے والی ہے اور نافرمانی دوزخ میں لے جائے گی۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے دور اور آخرت میں برباد ہوگا۔

۲۲) مالک بن عمرو قشیری کی روایت میں ہے آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَدْرَكَ اَحَدَ اَبَوَيْهِ ثُمَّ لَمْ يُغْفَرْ لَهٗ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَفِيْ رَوَاهُ فَاَسْحَقَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ مِنْ طُرُقٍ اَحَدِهَا حَسَنٌ

یعنی جس نے اپنے والدین میں سے ایک کو پایا پھر وہ بخشا نہ گیا تو اللہ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ اور اس کو ہلاک کر دیا۔ یہاں توجہ طلب

امر یہ ہے کہ صرف حسنِ سلوک کے ترک پر اس قدر سخت وعید ہے لیکن اس اولاد کا کیا حال ہوگا جو والدین کے احسان کے بدلے میں ترک احسان کرتی ہے آرام کے عوض تکلیف پہنچاتی ہے اور ناحق اور ناجائز والدین کو ستاتی ہے۔ اور جس معاملے میں والدین سے بحث کرنے کی اجازت نہیں اس معاملے میں بے ادبی سے پیش آتی ہے اور جائز کاموں میں بے جا اعتراض کرتی ہے اپنی من مانی کے سامنے والدین کی خوشی و ناخوشی کی کوئی پرواہ نہیں کرتی۔ ایسی اولاد بلاشبہ دوزخی ہے۔

۲۴) ایک طویل مرفوع حدیث میں اہل غار کے قصہ کے ضمن میں ہے کہ تین آدمی رات بسر کرنے کی غرض سے ایک غار میں داخل ہوئے۔ ایک پتھر غار کے منہ پر آ کر پھنس گیا۔ اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ انہوں نے سوچ و بچار کے بعد یہ طے کیا کہ اس غار سے نجات صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اپنے نیک اعمال کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ

اَللّٰهُمَّ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَكُنْتُ لَا اَغْبُقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَلَا مَالًا فَنَاٰى بِيْ طَلَبُ شَجَرٍ يَوْمًا فَلَمْ اُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُّهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ اَنْ اَغْبُقَ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَمَالًا فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدِيْ اَنْتَظِرُ اِسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرِقَ الْفَجْرُ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ اَلْحَدِيْثَ (رَوَاهُ الشَّيْخَانِ)

یعنی اس شخص کے والدین سو گئے تھے اور یہ ساری رات دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ نہ خود دودھ پیا اور نہ اپنے اہل و عیال کو پلایا۔ اس عمل صالح کے یاد دلانے پر اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو کسی قدر لبِ غار سرکا دیا۔ یہ حدیث کئی طرق سے اور الفاظ سے آئی ہے اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ خدمتِ والدین عذاب و تکلیف کے دور کرنے اور نجات کے حاصل کرنے کا باعث ہے۔ پھر اگر خدمت والدین دنیا میں نفع بخش ہے تو آخرت میں بالاولیٰ فائدہ مند ہو گی وللہ الحمد۔

# حقوق وعقوق والدین سے متعلقہ دیگر احادیث کے بیان میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور آ کر عرض کی:

يَارَسُوْلَ اللهِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسُ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ قَالَ اُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ

یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ میری خوش خلقی اور حسن سلوک کا لوگوں میں سے کون زیادہ حقدار ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر

کون؟ فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ماں کی خدمت کا حق باپ کی بہ نسبت تین گنا زیادہ ہے۔

**وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرىٰ قَالَ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ هٰذَا اللَّفْظُهُمَا وَ زَادَ مُسْلِمٌ فَقَالَ نَعَمْ وَأَبِيْكَ لَتُنَبَّأَنَّ**

اس روایت میں بھی ماں کو دو بار اور باپ کو بار چہارم میں ذکر کیا ہے۔ پھر اقرب فالاقرب کو ذکر فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تجھے اس حال کی خبر معلوم ہو جائے گی۔ یعنی انجام خدمت و عدم خدمت والدین کا تجھے معلوم ہو جائے گا۔

۲) اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ میری ماں آئی اور وہ مشرکہ تھی۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا کہ میری ماں آئی ہے اور وہ مجھ سے صلہ رحمی چاہتی ہے تو کیا مجھے اجازت ہے فرمایا:

**نَعَمْ صِلِيْ أُمَّكِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَأَبُوْدَاوُدَ وَ لَفْظُهٗ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّيْ رَاغِبَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ وَهِيَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ أَفَاصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا**

یعنی ہاں اس کے ساتھ حسنِ سلوک کر۔

امام منذری کہتے ہیں کہ

**رَاغِبَةٌ طَامِعَةٌ فِيْمَا عِنْدِيْ تَسْأَلُنِيْ الْاِحْسَانَ اِلَيْهَا رَاغِمَةٌ**

كَارِهَةٌ لِلْاِسْلَامِ

یعنی مجھ سے تعاون چاہتی ہے اور اسلام کو ناپسند خیال کرتی ہے

مندرجہ بالا حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ والدین اگرچہ مشرک ہوں لیکن ان کے ساتھ احسان وسلوک کرنا صلہ رحمی میں داخل ہے۔ ان کا کفروشرک ان کی عزت وتکریم اور صلہ رحمی سے مانع نہیں۔

۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ

رِضَا اللّٰهِ فِي رِضَا الْوَالِدِ وَسُخْطُ اللّٰهِ فِي سُخْطِ الْوَالِدِ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَرَجَّحَ رَفْعَهُ وَابْنُ حَبَّانَ فِي صَحِيْحِهٖ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والد کی رضا مندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

اکثر احادیث جو والدین کے حقوق کے بارے میں آتی ہیں ان میں اسلام کو شرط قرار نہیں دیا گیا۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ والدین کے حقوق کفر واسلام دونوں حالتوں میں ثابت ہیں۔ اگر والدین شرک کا حکم دیں تو ان کی اطاعت اور فرمانبرداری ممنوع ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام امور میں والدین کی فرمانبرداری اور اطاعت واجب ہے۔

۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ:

طَاعَةُ اللّٰهِ طَاعَةُ الْوَالِدِ وَمَعْصِيَةُ اللّٰهِ مَعْصِيَةُ الْوَالِدِ رَوَاهُ الطِّبْرَانِيُّ

یعنی اللہ کی اطاعت والد کی اطاعت میں اور اللہ کی معیصت والد کی معصیت میں ہے اطاعت ومعصیت میں والدہ کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ اکثر آیات واحادیث میں ماں باپ کے حقوق اکٹھے ذکر ہوئے ہیں پھر

جس صورت میں ماں کا حق باپ سے تین گنا ہے اس صورت میں جو بات والد کے لیے ثابت ہوگی وہ والدہ کے لیے بالا ولی ثابت ہوگی۔

۵) ابن عمر یا ابن عمرو کی مرفوع روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

رِضَا الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ رِضَا الْوَالِدَيْنِ وَسُخْطُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ سُخْطِ الْوَالِدَيْنِ (رَوَاهُ الْبَزَّارُ)

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔ جس سے والدین راضی ہیں اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہے اور والدین جس سے خفا ہیں اللہ تعالیٰ بھی اس سے خفا ہیں۔

۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی کہ میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے، کیا میرے لیے توبہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا خالہ ہے، اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا اس کے ساتھ نیکی کر:

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ وَابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَالْحَاكِمُ اِلَّا اَنَّهُمَا قَالَا هَلْ لَكَ وَالِدَانِ بِالتَّثْنِيَةِ وَقَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِهِمَا

جب خالہ کے ساتھ جو کہ ماں کی بہن ہوتی ہے احسان و نیکی کرنا عظیم و کبیر گناہ کی مغفرت کا سبب ہے تو والدہ کے ساتھ نیکی کرنا بالا ولی کبیرہ گناہوں کی بخشش کا باعث ہوگا۔ اور یہ بات یقینی ہے۔

۷) مالک بن ربیعہ ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ کا ایک آدمی آیا اور آکر عرض کرنے لگا، اے رسولِ خدا ﷺ!

هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ اَبَوَيَّ شَيْءٌ اَبَرُّهُمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَزَادَ فِيْ آخِرِهٖ قَالَ مَا اَكْثَرَ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَطْيَبَهٗ قَالَ فَاعْمَلْ بِهٖ

یعنی والدین کے فوت ہوجانے کے بعد بھی والدین کا کوئی حق ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہاں۔ ان کے لیے دعا کرنا۔ ان کے لیے استغفار کرنا۔ ان کے عہد کو پورا کرنا۔ اور والدین کے سبب سے جو رشتہ داری ہو اس کو جوڑنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔ تو اس آدمی نے عرض کی کہ اے اللہ رسول ﷺ یہ تو بہت کچھ ہے اور بہت اچھا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو اس پر عمل کر۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے موت کے بعد کے حقوق میں سے پانچ حق بیان فرمائے ہیں اور حکم دیا کہ ان پر عمل کرنا چاہیے۔ آج وہ دور ہے کہ شاذو نادر ہی کوئی آدمی زندہ والدین کے حقوق ادا کرتا ہے موت کے بعد ان کے حقوق ادا کرنا تو بڑی دور کی بات ہے۔ ان حقوق کی بجا آوری وہی شخص کرسکتا ہے جو ازلی سعادت مند ہو۔

۸) حضرت عبداللہؓ بن دینار کہتے ہیں کہ ایک اعرابی حضرت عبداللہؓ بن عمر کو مکہ مکرمہ کے راستے میں ملا۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اس کو سلام کہا۔ اور گدھے پر سوار کرلیا۔ جس پر وہ خود سوار ہوتے تھے اور اپنا عمامہ (پگڑی) اس کو دیا۔ حضرت ابن دینا کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ یہ

اَصْلَحَكَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے)

لوگ اعرابی (گنوار) ہیں تھوڑی چیز پر ہی خوش ہوجاتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:

اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ

یعنی اس کا باپ عمر بن خطابؓ (میرے والد) کا دوست تھا اور میں نے
آنحضور ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ

اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یعنی بہترین نیکی یہ ہے کہ والد کے دوستوں سے صلہ رحمی کی جائے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ وہ اعرابی وگنوار خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست نہ تھا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست کا بیٹا تھا۔ مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باپ کے دوست کے بیٹے سے اتنا اچھا سلوک کیا۔ نیز سلف صالح کا یہی طریق کار تھا۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند    جوانانِ سعادت پند پیر دانا را

۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آیا اور حضرت عبداللہ بن عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ آپکو معلوم ہے کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا نہیں۔ حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّصِلَ اَبَاهُ فِيْ قَبْرِهٖ فَلْيَصِلْ اِخْوَانَ اَبِيْهِ وَاِنَّهٗ كَانَ بَيْنَ اَبِيْ عُمَرَ وَبَيْنَ اَبِيْكَ اِخَاءٌ وَّوُدٌّ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَصِلَ ذَالِكَ (رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ)

یعنی جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ قبر میں والد کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرے وہ اپنے والدین کے برادرانِ دینی کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کرے۔ میرے اور تیرے باپ کے درمیان دوستی تھی میں نے مناسب سمجھا اس کو نبھاؤں۔

# والدین کی نافرمانی کے متعلق احادیث کے بیان میں

۱) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَمَنْعًا وَّهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّوَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ

اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے اور بخل و طمع کو بھی حرام قرار دیا ہے اور بکواس کرنے، بھیک مانگنے اور مال کو ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں ماں کی نافرمانی کا ذکر ہے یہی حکم باپ کی نافرمانی کا ہے ماں کے ذکر کو اس لیے خاص کیا ہے کہ ماں کا حق بہت زیادہ ہے اور ذرا سی نافرمانی پر سخت تکلیف محسوس کرتی ہے اس لیے اس کی نافرمانی سے پرہیز واجب ہے۔

۲) حدیث ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، اَلْحَدِيْثُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمَذِيُّ

یعنی کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ آپ ﷺ نے تین بار اسی طرح فرمایا (صحابہ کہتے ہیں) ہم نے عرض کی کہ ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔

اس جگہ والدین کی نافرمانی کو شرک باللہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے۔اللہ کی نافرمانی شرک کہلاتی ہے اور اس کی نافرمانی یہی ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کی جائے۔والدین کی نافرمانی عقوق کہلاتی ہے کہ ان کی اطاعت سے کنارہ کیا جائے اور ان کو رنج و تکلیف پہنچائی جائے۔ پھر ان دونوں گناہوں کی سزا جہنم ہے اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ

۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث ہے۔

اَلْکَبَائِرِ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْس رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

یعنی کبیرہ گناہ یہ ہیں۔اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔کسی کو قتل کرنا۔جھوٹی قسم کھانا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔اور کسی کو قتل کرنا بھی اتنا بڑا گناہ نہیں جتنا کہ والدین کی نافرمانی۔کیونکہ حدیث میں ذکر کی گئی ترتیب اسی کا تقاضا کرتی ہے۔

۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبیرہ گناہوں کا ذکر فرمایا پھر فرمایا:

اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ اَلْحَدِیْثُ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ وَالتِّرْمِذِیُّ

یعنی شرک اور والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہیں۔اور والدین کی نافرمانی کو ہر جگہ شرک کے ہمراہ ذکر کرنا اس گناہ کے کبیرہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

۵) آنحضرت ﷺ نے ایک خط اہلِ یمن کی طرف لکھا تھا اور بدست عمرو بن حزم روانہ کیا تھا اس میں یہ تحریر تھا کہ

إِنَّ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ اَلْحَدِيْثُ رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔

۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْمَنَّانُ عَطَاءَهُ وَ ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالدَّيُّوْثُ وَالرَّجِلَةُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْبَزَّارُ وَاللَّفْظُ لَهٗ بِإِسْنَادَيْنِ جَيِّدَيْنِ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ وَرَوَى ابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ شَطْرَهُ الْأَوَّلَ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ ا۔ ماں باپ کا نافرمان ۔۲۔ عادی شرابی ۔۳۔ احسان جتلانے والا۔ اور تین شخص ایسے ہیں جو جنت میں نہیں جائیں گے۔ ا۔ ماں باپ کا نافرمان ۔۲۔ دیوث ۔۳۔ مردانہ وضع عورت:

امام منذری فرماتے ہیں کہ:

اَلدَّيُّوْثُ بِتَشْدِيْدِ الْيَاءِ هُوَ الَّذِيْ يُقِرُّ أَهْلَهٗ عَلَى الزِّنَا مَعَ عِلْمِهٖ بِهِمْ وَالرَّجِلَةُ بِفَتْحِ الرَّاءِ وَكَسْرِ الْجِيْمِ هِيَ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ

یعنی دیوث وہ ہے جو اپنی اہل خانہ کو زنا سے نہ روکے باوجود معلوم ہونے کے۔ اور رجلۃ اس عورت کو کہا جاتا ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے۔

۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

ثَلَاثَةٌ حَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ

وَ الدَّیُّوْثُ الَّذِیْ یُقِرُّ الْخَبَثَ فِیْ اَھْلِہٖ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاللَّفْظُ لَہٗ وَالنَّسَائِیْ وَالْبَزَّارُ وَالْحَاکِمُ وَقَالَ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ

یعنی تین آدمیوں پر جنت حرام ہے۔ ا۔ عادی شرابی۔ ۲۔ والدین کا نافرمان۔ ۳۔ دیوث جو اپنی بیوی کو زنا پر قائم رکھتا ہے۔

یہ جگہ قابلِ غور ہے کہ والدین کے نافرمان کا تذکرہ اس جگہ کن کے ساتھ فرمایا۔ اور نافرمان کا انجام کیا بتایا۔ کہ اس پر جنت حرام ہے۔

۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ

یُرَاحُ رِیْحُ الْجَنَّۃِ مِنْ مَسِیْرَۃِ خَمْسِمِائَۃٍ وَلَا یَجِدُ رِیْحَھَا مَنَّانٌ بِعَمَلِہٖ وَلَا عَاقٌّ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیْ فِی الصَّغِیْرِ

اس روایت کو منذریؒ نے روی کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔

ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ جنت کی ہوا پانچ سو برس کی مسافت سے سونگھی جاتی ہے لیکن یہ خوشبو، احسان جتانے والا اپنے عمل کی وجہ سے اور والدین کا نافرمان اور عادی شرابی نہ سونگھ سکے گا۔

یعنی والدین کا نافرمان جنت سے پانچ سو برس کی مسافت سے دور ہوگا اور اس کو جنت کی ہوا تک نہ لگے گی۔ العیاذ باللہ۔

۹) حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت کے الفاظ اس طرح ہیں

ثَلَاثَۃٌ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْھُمْ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا عَاقٌّ وَمَنَّانٌ وَمُکَذِّبٌ بِقَدَرٍ رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ عَاصِمٍ فِیْ کِتَابِ السُّنَّۃِ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ

تین شخص ایسے ہیں جن کی فرضی اور نفلی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ ا۔ والدین کا نافرمان۔ ۲۔ احسان کر کے جتلانے والا۔ ۳۔ تقدیر کا انکار کرنے والا۔

اس حدیث میں والدین کے نافرمان کے لیے زبردست وعید ہے کہ والدین کے نافرمان کی کوئی عبادت قبول نہیں جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اور باز نہ آجائے۔

۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ

أَرْبَعٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يُذِيقَهُمْ نَعِيمَهَا مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَآكِلُ الرِّبَا وَآكِلُ مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ

چار آدمیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ وہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے۔ اور نہ ان کو اس کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائے۔

۱۔ ہمیشہ شراب پینے والا ۔۲۔ سود خور آدمی ۔۳۔ ناحق یتیم کا مال ہڑپ کرنے والا ۔۴۔ والدین کا نافرمان۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ یہ چار قسم کے لوگ جنت میں نہیں جائیں گے ہاں اگر یہ توبہ کر لیں اور صاحب حق سے معافی مانگیں تو ممکن ہے کیونکہ بندوں کے حقوق کی عدم ادائیگی کی صورت میں قرآن وحدیث میں اسی طرح وعید آئی ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں ڈرتے۔

۱۱) حضرت ثوبان سے مرفوع حدیث ہے

ثَلَاثَةٌ حَرَّمَ لَا يَنْفَعُ مَعَهُنَّ عَمَلٌ الشِّرْكُ بِاللهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ

تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی عمل فائدہ مند نہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ سے شرک کرنا۔ ۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ ۳۔ جہاد سے بھاگنا۔

اس جگہ والدین کی نافرمانی کو پھر شرک کے ساتھ ذکر کیا ہے

۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مرد اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ہاں وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ کسی کی ماں کو

گالی دیتا ہے اور اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمَذِيْ

میں کہتا ہوں کہ یہ گالی دینا تو گویا بالواسطہ ہے اس زمانہ میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بلا واسطہ والدین کو برا بھلا کہتے ہیں، گالی دیتے ہیں اور بد دعا کرتے ہیں۔ براہِ راست گالی دینے کا گناہ بالواسطہ گالی دینے سے زیادہ ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے اور والدین کی نافرمانی ہے اسی لیے محدثین نے اس حدیث کو عقوق الوالدین (والدین کے نافرمانی) میں ذکر کیا ہے۔

۱۳) بخاری و مسلم کی ایک روایت اس طرح ہے

اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يلعن الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ

کسی کا کسی کے والدین کو گالی دینا اور بدلے میں اس کا اس کے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ آپ نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اس کے والدین کو گالی دیگا تو دوسرا اس کے والدین کو گالی دیگا۔

۱۴) حضرت عمرو بن مرہ جہنی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے گواہی دی ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاِنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ اور نماز پنجگانہ ادا کرتا ہوں اور زکوٰۃ دیتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَنْ مَاتَ عَلٰى هٰذَا كَانَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا وَنَصَبَ اِصْبَعَيْهِ مَالَمْ يَعُقَّ وَالِدَيْهِ

یعنی ایسا شخص قیامت کے دن پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ

ہوگا۔ اور انگلیاں ایک ساتھ کھڑی کر کے اشارہ سے سمجھایا اور فرمایا یہ شرف
تب حاصل ہوگا جب کہ والدین کا نافرمان نہ ہوگا یعنی والدین کی نافرمانی سے
یہ سارے اعمال صالحہ جو فرض و واجب ہیں اور جن سے آدمی مسلمان ٹھہرتا ہے
سب برباد ہو جاتے ہیں اور ان نیکیوں کا کوئی فائدہ اسکو حاصل نہیں ہوگا۔

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِي بِاِسْنَادَيْنِ اَحَدُهُمَا صَحِيْحٌ وَرَوَاهُ
ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيْحِهِمَا بِاخْتِصَارٍ

(۱۵) حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ دس کلمات کی وصیت
فرمائی۔ فرمایا

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ
اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ الْحَدِيْث رَوَاهُ اَحْمَدُ وَغَيْرُهُ

یعنی کسی کو اللہ کا شریک نہ بنا خواہ تجھے قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے۔
اور ماں باپ کی نافرمانی نہ کر، اگر چہ وہ تمہیں اہل و مال چھوڑنے کا حکم دیں۔
معلوم ہوا کہ والدین کو اولاد پر ہر طرح کی حکمرانی کا حق حاصل ہے وہ جیسی بھی تکلیف
دیں اسے اٹھانا چاہئے۔ کسی حال میں بھی ان سے روگردانی اور سرتابی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ
اطاعت کا آخری درجہ ہے اور اس کا صریح حکم حدیث میں موجود ہے۔

(۱۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِيَّاكُمْ وَعُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّ رِيْحَ الْجَنَّةِ يُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ
اَلْفِ عَامٍ وَلَا يَجِدُهَا عَاقٌّ اَلْحَدِيْث رَوَاهُ الطَّبْرَانِي فِي الْاَوْسَطِ

یعنی والدین کی نافرمانی سے بچو۔ جنت کی ہوا ایک ہزار میل کی مسافت
سے آتی ہے مگر والدین کا نافرمان اس کو نہ پا سکے گا۔ یعنی وہ جنت سے ہزار
سالہ مسافت کی دوری پر ہوگا۔

۱۷) حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث کے الفاظ اس طرح سے آتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سات آدمیوں پر لعنت کی۔ اور ان میں سے ہر ایک پر تین تین بار لعنت کی اور وہ لعنت ان کو کفایت کرتی ہے۔ ان میں سے ایک والدین کا نافرمان بھی ہے۔

رَوَاہُ الطَّبْرَانِی وَالْحَاکِمُ وَقَالَ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ

یہ وعید انتہائی شدید ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس لعنت سے بچائے۔

۱۸۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ سَبَّ وَالِدَیْہِ (اَلْحَدِیْثِ رَوَاہُ ابْنُ حَبَّانَ فِی صَحِیْحِہٖ)

یعنی اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت جو اپنے والدین کو گالی دے۔

گالی دینے میں ہر قسم کی ان کی برائی کرنا اور طعن کرنا اور کوسنا داخل ہے۔

۱۹) حضرت ابوبکرہ کی مرفوع حدیث ہے کہ

کُلُّ الذُّنُوْبِ یُؤَخِّرُوا اللّٰہُ مِنْھَا مَاشَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّ اللّٰہَ یُعَجِّلُہٗ لِصَاحِبِہٖ فِی الْحَیَاۃِ قَبْلَ الْمَمَاتِ رَوَاہُ الْحَاکِمُ وَالْاَصْبَھَانِی وَقَالَ الْحَاکِمُ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ

یعنی جتنے بھی گناہ ہیں اللہ تعالیٰ جس گناہ کی سزا کو چاہتا ہے قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا مرنے سے قبل ہی دے دیتا ہے۔

اس حدیث سے والدین کی نافرمانی پر سخت وعید ثابت ہوتی ہے۔ اور معلوم ہوا کہ اس کی جزا و سزا دنیا ہی میں مرنے سے قبل ایک نہ ایک دن نافرمان کو مل جاتی ہے۔ گو ہمیں اس سزا کی شناخت نہ ہو۔ کتب تواریخ و سیر میں ان لوگوں کی حکایات ملتی ہیں جنہوں نے ماں باپ کو ستا کر دنیا ہی میں سزا پائی۔ یہ واقعات و حکایات مذکورہ بالا حدیث کے مؤید و مصدق ہیں اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا

۲۰) عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ اتنے میں ایک

شخص نے آ کر کہا کہ ایک آدمی قریب الموت ہے اس سے کہا گیا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو لیکن وہ پڑھ نہیں سکتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ نماز پڑھتا تھا اس نے عرض کی ہاں ۔ آنحضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے ہمراہ چلے۔ چنانچہ اس آدمی کے پاس پہنچ کر اس سے کہا گیا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو۔ اس آدمی نے جواب دیا کہ میں نہیں پڑھ سکتا۔ آنحضور ﷺ نے دریافت کیا کہ کیوں؟ اس نے کہا یہ اپنے والدین کا گستاخ و نافرمان تھا۔ پوچھا اس کی ماں زندہ ہے کہا ہاں، فرمایا بلاؤ اس کو۔ تو اس کو بلایا گیا وہ آئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تیرا بیٹا ہے اس نے کہا ہاں۔ فرمایا اگر ایک بھاری آگ جلا کر تجھ سے کہا جائے کہ تو اس کی سفارش کرے تو ہم اس چھوڑ دیں گے ورنہ اس کو آگ میں جلا دیں گے تو کیا تو اس کی سفارش کرے گی۔ اس نے عرض کیا کہ اے رسول خدا ﷺ ایسے وقت میں تو میں اس کی سفارش کر دوں گی۔ فرمایا تو مجھ کو اور اللہ کو گواہ کر دے کہ تو اس سے راضی ہو گئی اس نے کہا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُکَ وَاُشْھِدُ رَسُوْلَکَ اَنِّیْ قَدْ رَضِیْتُ عَنِ ابْنِیْ فرمایا۔

یَا غُلَامُ قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اس نے یہ کلمہ پڑھا تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا

اس ذات کا شکر ہے جس نے میرے ذریعہ اس کو دوزخ سے نجات عطا فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی نافرمانی موت کے وقت کلمہ طیبہ اور حسنِ خاتمہ سے روکتی ہے ونعوذ باللہ۔

۲۱) حضرت عوام بن حوشب کہتے ہیں کہ میں ایک بار ایک قوم میں اترا۔ ان کے قریب ایک مقبرہ تھا۔ عصر کے بعد ایک قبر پھٹ گئی۔ اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کا سر گدھے کا سا تھا۔ اور بدن انسان جیسا۔ وہ تین بار گدھے کی سی بولی بولا۔ پھر قبر اس پر بند ہو گئی۔ وہاں ایک بڑھیا سوت کات رہی تھی یا صوف۔ ایک عورت نے مجھ سے کہا کہ تو اس بڑھیا کو دیکھتا ہے میں

نے کہا یہ کون ہے۔اس عورت نے کہا کہ یہ اس شخص کی ماں ہے میں نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے تو اس عورت نے بتایا کہ یہ شخص شراب پیتا تھا۔ جب یہ گھر جاتا تو اس کی ماں کہتی اے بیٹے اللہ سے ڈرو اور کب تک شراب پیتے رہو گے تو یہ اس سے کہتا کہ تو گدھے کی طرح آواز نکالتی ہے یہ شخص عصر کے بعد مرگیا اب روز عصر کے بعد یہ قبر پھٹ جاتی ہے اور یہ شخص تین بار گدھے کی سی آواز نکالتا ہے اور پھر یہ قبر اسی پر بند ہو جاتی ہے۔

رَوَاهُ الْاِصْبَهَانِي وَغَيْرُهٗ قَالَ الْاَصْبَهَانِي حَدَّثَ بِهٖ اَبُو الْعَبَّاسِ الْاَصَمُّ اِمْلَاءً بِنَيْسَابُوْرَ بِمَشْهَدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ فَلَمْ يُنْكِرُوْهُ

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آدمی کو یہ عذاب ماں کی نافرمانی پر مقرر ہوا۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا

پھر جو شخص اپنے ماں باپ کو جانی و مالی تکلیف پہنچاتا ہے اور ان کی توہین و تحقیر کرتا ہے اور ہر طریقہِ ظاہری و باطنی سے ستاتا ہے اور ہمیشہ مکلف رہتا ہے قیامت کے دن اس کے عذاب کا اندازہ خدا ہی جانے۔

۲۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس مال و اولاد ہے اور میرا باپ محتاج ہے فرمایا۔

اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ اَلْحَدِيْث اَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاوٗدَ

یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر باپ محتاج ہو اور بیٹا مالدار ہو تو اپنے مال کو باپ سے نہ روکے۔ مال کو والدین سے روکنا ایک طرح کی والدین کی نافرمانی ہے اور ان پر مال و دولت صرف کرنا یہ ان کی اطاعت ہے۔

۲۳) حضرت زید بن ارقم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ حَجَّ عَنْ اَحَدِ اَبَوَيْهِ اَجْزَاَ ذَالِكَ عَنْهُ وَبُشِّرَ رُوْحُهٗ بِذَالِكَ

فِي السَّمَاءِ وَكُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ بَارًّا وَلَوْ كَانَ عَاقًّا رَوَاهُ رَزِيْنٌ

یعنی جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے حج کیا تو یہ اس کی طرف سے کافی ہوگا۔ اور خوشخبری دی جائے گی اس کی روح کو آسمان میں۔ اور اللہ کے ہاں اس کا شمار نیکوں میں ہوگا اگرچہ وہ والدین کا نافرمان ہی ہو۔ یعنی والدین کا جو گناہ اس کے ذمہ ہے وہ قدرے کم ہو جائے گا۔

# والدین کے عام حقوق کے بیان میں

جو حقوق ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر ہوتے ہیں وہ سب کے سب والدین کے لیے بالا ولیٰ ثابت ہیں۔

۱۔ جب ملاقات ہو سلام کرے۔ ۲۔ جب پکارے تو جواب دے۔ ۳۔ جب چھینکے تو یرحمک اللہ کہے۔ ۴۔ بیمار ہو تو عیادت کرے۔ ۵۔ فوت ہو جائے تو جنازے میں شرکت کرے۔ ۶۔ اگر اس پر قسم ڈالے تو اس کی قسم کو پورا کرے۔ ۷۔ نصیحت چاہے تو اس کو بہتر بات بتائے۔ ۸۔ اس کی پیٹھ پیچھے اس کو برا نہ کہے۔ ۹۔ اس کے لیے وہ بات پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ ۱۰۔ اس کے حق میں وہ بات بری سمجھے جو اپنے حق میں بری سمجھتا ہے۔

یہ تمام امور احادیث و آثار میں آئے ہیں۔

۱۱۔ اپنے قول و فعل سے اس کو تکلیف نہ دے۔ ۱۲۔ عاجزی کرے تکبر نہ کرے۔ ۱۳۔ کسی کی دوسرے کے پاس چغلی نہ کرے۔ ۱۴۔ تین دن سے زیادہ ترکِ ملاقات نہ کرے۔ ۱۵۔ حتی الوسع احسان کرے۔ ۱۶۔ بغیر اجازت اس کے پاس نہ جائے۔ ۱۷۔ بوڑھوں کی عزت اور بچوں پر رحم کرے۔ سب کے ساتھ ہشاش بشاش نرم رہے۔ ۱۹۔ وعدہ پورا کرے۔ ۲۰۔ لوگوں کا

عوض اپنے آپ سے لے۔ ۲۱۔ اس کی عزت و جان و مال کو ظالم سے بچائے۔ اگر قدرت رکھتا ہو۔ ۲۲۔ اس کی قبر کی زیارت کرے۔ اور اس سے مقصود دعا عبرت اور دل کا نرم کرنا ہو۔ لیکن زیارت کے لیے سفر نہ کرے کیونکہ یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

میرے والدِ محترم نے حقوق العباد پر ایک رسالہ لکھا تھا اس میں انہوں نے والدین کے حقوق کا بھی ذکر فرمایا ہے لہٰذا اس رسالہ کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

قَالَ تَعَالٰی! اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (لقمان:۱۴)

میرا اور اپنے والدین کا احسان مندرہ، میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں کے ساتھ ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی دوسری کے بغیر قابل قبول نہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول کی اطاعت کے بغیر مقبول نہیں۔

۲) نماز بغیر زکوٰۃ کے مقبول نہیں۔

۳) اللہ تعالیٰ کا شکر والدین کے شکر کے بغیر مقبول نہیں۔

پہلے امر کی دلیل یہ ہے کہ

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کی

امر دوم کی دلیل یہ ہے کہ

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ

امر سوم کی دلیل یہ ہے کہ

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ میرا اور والدین کا شکریہ ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ کا شکر اس بات پر کہ اس نے ایک قطرہ آب سے انسان بنا کر بے حد انعام سے سرفراز فرمایا۔ ماں باپ کا شکر اس بات پر کہ انہوں نے بڑی محنت و مشقت سے پالا۔ اگر وہ توجہ نہ کرتے تو یہ ہلاک ہو جاتا۔ اسی لیے حقوق العباد میں سب سے زیادہ حق والدین کا ہے۔

تفسیر فتح القدیر میں لکھا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے احسان بالوالدین کو اپنی عبادت کے بعد ذکر کیا۔ اور کئی وجوہات کی بنا پر ان کے حق کو اپنے حق کے ہمراہ و ہمدوش ذکر فرمایا۔ ایک وجہ یہ کہ جس طرح والدین اولاد کی پرورش کا سبب ہیں اسی طرح اولاد کے وجود کا بھی سبب ہیں۔ اور ایجادِ الٰہی کے فیضان کا بھی ایک سبب ہیں۔ اور یہ مرتبہ سوائے ماں باپ کے کسی کو حاصل نہیں۔ اگر کوئی تعلیم و تربیت کا سبب بنتا ہے تو وہ وجود کا سبب نہیں ہوتا۔ اسی لیے کسی کا انعام، اللہ کے انعام کے بعد والدین کے انعام سے زیادہ نہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ والدین کا انعام خدا کے انعام سے مشابہ ہے کیونکہ یہ اس انعام کے کسی قسم کا بدلہ یا شکر نہیں چاہتے برعکس اس انعام کے جو اور لوگ کرتے ہیں کیونکہ وہ انعام ضرور کسی طرح کی غرض اور مطلب سے آلودہ ہوتا ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر احسان کرتے ہوئے نہیں اکتاتے اگرچہ بندہ عاصی و گناہگار ہو اسی طرح والدین بھی اپنی اولاد پر شفقت و عطوفت کرنے سے نہیں اکتاتے اگرچہ اولاد ناخلف و نالائق ہو۔

چوتھی وجہ یہ کہ والدین اپنی اولاد کے حق میں ہر خوبی کی آرزو کرتے ہیں بلکہ اس میں کمال درجہ کی ترقی چاہتے ہیں اور کسی خوبی پر حسد نہیں کرتے اور یہ خاصیت سوا والدین کے کسی میں نہیں ہوتی۔

پانچویں وجہ یہ کہ والدین کو واحد حقیقی کے ساتھ کمال مناسبت ہے جس طرح مرتبہ خدائی میں سوائے ایک ذات واحد مقدس کے کسی اور کی گنجائش نہیں اسی طرح مرتبہ پدری و مادری میں سوائے ایک ماں باپ کے کوئی اور نہیں آ سکتا۔ شیخ محمد شاہد قدس سرہ نے رسالہ قوت المجبن میں اس جگہ کی مناسبت سے بڑی خوب بات لکھی ہے۔

اِنَّ الْاِبْنَ یَسْتَنْکِفُ اَنْ یُّنْسَبَ اِلٰی اَکْثَرَ مِنْ اَبٍ وَّاحِدٍ
کَذٰلِكَ یَنْبَغِیْ لِلْعَبْدِ اَنْ یَّسْتَنْکِفَ مِنْ یُّذْکَرَ اَکْثَرَ مِنْ
رَّبٍّ وَّاحِدٍ۔ انتھٰی

یعنی جس طرح بیٹے کو اس بات سے عار آتی ہے کہ وہ ایک باپ سے زیادہ کی طرف منسوب ہو اسی طرح بندے کو چاہئے کہ ایک رب سے زیادہ کی طرف منسوب ہونے سے عار محسوس کرے۔

الغرض والدین کی تعظیم سب ادیان وشرائع میں واجب ہے تمام کتب سماوی تورات، انجیل، زبور، فرقان میں یہی حکم ہے کہ والدین سے حسنِ سلوک کرو۔ ان کے حقوق، حرمات اور تعظیمات کا خیال رکھو۔ والدین کی محبت اولاد کے ساتھ ذاتی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بے عقل حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے۔ اگر یہ محبت انسان میں نہ ہو تو پھر وہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ بلکہ ماں باپ اگرچہ کافر یا فاسق فاجر ہوں تب بھی اولاد کو ان کے ساتھ لطف واحسان ہی کرنا چاہئے بلکہ لطف واحسان کرنا واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احسان بالوالدین کو قرآن وحدیث میں ایمان کی قید کے بغیر ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے مشرک والد کے ساتھ حسنِ سلوک سورۃ مریم میں تشریح کے ساتھ مذکور ہے۔

اور جب حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے والد ابو عامر راہب کے قتل کی اجازت چاہی تو اجازت نہ ملی۔ والد کے کافر ہونے کے باوجود نبی ﷺ نے قتل سے منع فرمایا۔ فقہاء کہتے ہیں کہ بیٹا اگر باپ کو قتل کرے گا تو قصاص میں قتل کیا جائے گا لیکن اگر والد بیٹے کو قتل کرے تو قصاص نہ ہوگا۔ گو آخرت کا معاملہ باقی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ والدین میں ماں باپ دونوں کو شامل کیا ہے پھر لفظ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ الخ میں بالتخصیص ماں کا حق زیادہ بتایا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ماں کی خدمت کا حق والد کی خدمت سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ بعض اکابر علماء نے کہا ہے کہ ماں سے نیکی کرنا والد سے نیکی کرنے کی بہ نسبت چالیس گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ گذشتہ احادیث میں بھی ماں کا ذکر تین مرتبہ کیا ہے۔ پھر باپ کا۔ اس سے باشارۃ النص ماں کے حق کی زیادتی باپ کے حق پر ظاہر ہوتی ہے۔ اس زیادتی کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) مشقتِ حمل ۲) محنت ولادت

۳) مصیبتِ رضاعت۔ ۴) تکلیف تحمل بول و براز، وغیرہ

فقہاء کہتے ہیں کہ والدہ کا حق بہ نسبت والد کے زیادہ ہے اور احسان بالام احسان بالوالد کی بہ نسبت اوجب و موکد تر ہے۔

**مسئلہ** اگر ایسے حالات پیش آ جائیں کہ ماں باپ دونوں کے حقوق کی ادائیگی سے بیزار ہوں تو ان حالات میں جن امور کا تعلق تعظیم و تکریم اور احترام سے ہو ان کو باپ لیے بجالائے۔ اور خدمت و انعام میں ماں کے حقوق کو مقدم رکھے۔

مثلاً اگر گھر میں ماں باپ دونوں سامنے آئیں تو باپ کے لیے کھڑا ہو جائے اور اگر دونوں طالب مال ہوں تو پہلے ماں کو دے پھر باپ کو۔ یہ اس لیے کہ ماں نے بہ نسبت باپ کے اس کی خدمت و بارکشی زیادہ کی ہے۔ اور عورت کا دل ضعیف ہوتا ہے وہ ذرا سی بات پر رنجیدہ ہو جاتی ہے۔ سو ضعیف دل والے کو ستانا نہایت برا ہے ماں کا دل ہرگز نہیں توڑنا چاہیئے۔ اور نہ ہی اس کی طاعت و خدمت سے منہ موڑنا چاہیے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے سعادت مند کیا ہے وہ کیسے ہی عالی مرتبہ پر کیوں نہ ہو اور ہزار جاہ و جلال رکھتا ہو لیکن ماں کے سامنے نہایت خاکساری و عاجزی و خواری ہی سے پیش آتا ہے۔ گلستان سعدی میں لکھا ہے کہ ایک بار میں دورِ جہالت میں جوانی کے عالم میں ماں پر چلا کر بولا تھا وہ دل آزردہ ہو کر ایک کونے میں جا بیٹھی اور رو کر کہنے لگی کہ تو اپنی خستہ حالی کو بھول گیا ہے تبھی تو اس سختی سے پیش آتا ہے۔

چہ خوش گفت زالی بفرزند خویش چو دیدش پلنگ افگن و پیل تن

گر از عہد خردیت یاد آمدے کہ بیچارہ بودی در آغوش من

نکردی دریں روز برمن جفا کہ تو شیر مردی و من پیر زن

حدیث میں آیا ہے کہ: اِلْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا

ماں کی خدمت کو لازم پکڑ، بیشک جنت اس کے قدموں میں ہے

یہ دلیل ہے اس بات پر کہ والدہ کی خدمت افضل عمل ہے کیونکہ جو شخص جہاد کا مشورہ لینے آیا تھا جس سے یہ کہا گیا تھا کہ تو ماں کے قدموں سے لگا رہ۔ گویا اولاد کو ہمیشہ ماں کے ساتھ خدمت وطاعت کر برتاؤ کرنا چاہئے گویا اس کے قدموں کے نیچے پڑے ہیں۔

اور اگر کسی شخص کو کسی حال میں نہ چھوڑا جائے اور اس کے ساتھ کمال خشوع وادب کے ساتھ رہا جائے تو کہا جاتا ہے کہ ہم تو آپ کے قدموں سے لگے ہوئے ہیں الحاصل والدین کی خدمت وطاعت ہر سعادت کا اصل اور ہر فضل کا وصل ہے۔

**حکایت** ابراہیم خواص کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کو یہ سعادت کیسے حاصل ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے اور اس کی خدمت وطاعت بجالانے سے۔

**حکایت** حضرت عون بن عبداللہ اپنی ماں کے ہمراہ ایک برتن میں کھانہ کھاتے۔ اس ڈر سے کہ ممکن ہے ماں نے کسی لقمہ کو کھانے کا ارادہ کیا ہو لیکن لاعلمی میں کہیں میں نہ کھالوں۔ اسی طرح کا واقعہ امام زین العابدین کے بارے میں بھی منقول ہے۔

**حکایت** حضرت عون بن عبداللہ ہی کے بارے میں ہے کہ ان کو ایک مرتبہ ان کی ماں نے بلایا تھا تو انہوں نے بلند آواز سے جواب دیا تھا۔ بعد میں اپنی اس حرکت پر بڑے نادم ہوئے یہاں تک کہ اس بے ادبی کے کفارہ کے طور پر ایک یا دو غلام آزاد کئے۔ ماں کی اطاعت وخدمت کے سلسلے میں اسلاف اسی طرح محتاط رہتے تھے۔ والدہ کی خدمت وطاعت کی بے شمار مثالیں اور واقعات ہیں لیکن جو شخص اللہ سے ڈرے اور قیامت پر ایمان لائے اس کی ہدایت کے لیے ایک دو واقعات ہی کافی ہیں۔

در خانہ اگر کس است یکحرف بس است

**حکایت** ایک شخص کی ماں نہ تھی لیکن خالہ بقید حیات تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ کے کفارہ کے لیے اس کے ساتھ نیکی کر۔ اس سے یہ بات معلوم

ہوتی ہے کہ اگر خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے تو ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے سے بالاولیٰ گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ بعض آثار میں آیا ہے کہ ماں کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ ماں، باپ کی نسبت زیادہ رحیم ہے اور رحیم کی دعا مسترد نہیں ہوتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر ماں کی خوشنودی حاصل کی جائے تو اس کی دعا کو بھی اپنے حق میں مقبول سمجھا جائے اسی طرح اگر وہ ناراض ہو کر بددعا دے گی تو اس کی بددعا کو بھی اپنے حق میں مقبول سمجھا جائے۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے ماں کی بددعا سے بچا جائے۔ حدیث میں ہے کہ

ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

یعنی تین دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شبہ نہیں ا۔ والد کی دعا۔ ۲۔ مسافر کی دعا۔ ۳۔ مظلوم کی دعا

پھر اگر والدین اولاد کے ہاتھوں مظلوم ہیں تو ان کی بدعا کسی طرح بھی مسترد نہ ہوگی۔ بعض تابعین کا خیال ہے کہ جو شخص ہر روز ماں باپ کے لیے پانچ مرتبہ دعا کرے گا تو وہ کسی حد تک والدین کا حق ادا کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے شکریے کو اپنے شکریے کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر نماز پنجگانہ ہے۔ تو ہر نماز میں پانچ مرتبہ ان کے حق میں دعا کرنے سے ان کا شکر بھی ادا ہوگا۔ اس بارے میں یہ دعا منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَا وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا وَّاغْفِرْ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ إِنَّكَ مُجِيْبُ الدَّعَوَاتِ وَرَافِعُ الدَّرَجَاتِ وَقَاضِي الْحَاجَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے منقول ہے کہ لمن توالدا کے الفاظ وہ شخص استعمال کرے جس کے حقیقی بھائی ایک ہی ماں باپ سے ہوں۔ اور اگر سوتیلے بھائی

ہوں تو یوں کہے وَلِمَنْ تَوَالَدَ اَحَدُهُمَا لیکن مطلق اخوت بھی میرے نزدیک صحت مطلب کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکم زمانہ قدیم سے اکٹھے چلے آ رہے ہیں۔ اور والدین کے ساتھ احسان کی تاکید اگلی امتوں میں بھی تھی۔ معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَاتَعُقَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ

والدین کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اگرچہ تجھے اہل و مال سے دستبردار ہونا پڑے۔ اس مقام پر فائز ہونا بڑے مردوں کا کام ہے کہ مال و جان جائے مگر ایمان نہ جائے۔ اہل و عیال گھر سے دور ہوں مگر ماں باپ نہ رنجور ہوں۔ یہی کمال درجے کی توحید اور ایمانداری ہے۔ اور یہی انتہائی درجہ کی استقامت و وفاداری ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام زوجہ اسماعیل علیہما السلام سے فرما گئے تھے کہ جب تیرا شوہر آئے تو اس سے میرا اسلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کر لے۔ کیونکہ یہ لائق نہیں۔ اس پر حضرت اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کی شکایت پر آنحضور ﷺ کے حکم پر اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تھا۔ سعادت مند اولاد ایسی ہوتی ہے۔ کہ بیوی جیسی محبوب چیز کو بھی والدین کی رضامندی کو مقدم خیال کرتی ہے۔ آج وہ وقت آ گیا کہ نافرمان اولاد اپنی بیوی کے کہنے پر والدین کو چھوڑ دیتی ہے ایسے ہی آدمی کو رن مرید کہتے ہیں۔ یہ حرکت بے برکت قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ

اَطَاعَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ قربِ قیامت کی یہ نشانی ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا اور والدین کی نافرمانی کرے گا۔

وَاَدْنٰی صَدِیْقَهٗ وَاَقْصٰی اَبَاهُ

یعنی دوست و احباب کو اپنے پاس بٹھائے گا اور والدین کو دور ہٹائے گا لیکن ماں باپ کے حکم سے اہل و عیال کو ترک اور طلاقِ زوجہ اس وقت ہے جب کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت پیش نظر ہو۔ محض ذاتی مخالفت یا شرارت کے لیے ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ الغرض والدین کے حقوق کی ادائیگی کے لیے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱) ماں باپ کو دل سے دوست رکھے کیونکہ اصل چیز محبت ہی ہے۔

۲) گفتار و رفتار میں، نشست و برخاست میں ان کا ادب و احترام ملحوظ خاطر رکھے۔ چلنے میں ان سے پیش قدمی نہ کرے۔ بات کرے تو ان کا نام لے کر نہ پکارے، جھڑک کر نہ بولے، چلا کر جواب نہ دے۔

۳) اپنے مال و سامان و اسباب کو اگرچہ وہ قیمتی ہو ماں باپ سے بچا کر نہ رکھے کیونکہ اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِیْكَ (تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے) اس پر دلیل ہے۔

۴۔ جس خدمت کی طاقت و قدرت ہو اس کے بجالانے سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔

از جاں چہ عزیز است بگو آں تبو بخشم

۵) ان کی وصیت اگر خلاف شرع نہ ہو تو ان کی موت کے بعد اس کو پورا کرے۔

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَی الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

جس شخص نے وصیت سن لینے کے بعد اس کو بدل دیا تو اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

۶) والدین کو صدقہ و زیارت سے یاد رکھے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں یکا یک ناگہاں فوت ہوگئی۔ اگر اسے کچھ مہلت ملتی تو وہ صدقہ و خیرات کرتی یا وصیت کرجاتی فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

(یعنی اگر میں ماں کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو ثواب پہنچے گا آپ ﷺ نے فرمایا ہاں)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا۔

إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ صَدَقَةٍ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْراً وَقَالَ هٰذَا لِأُمِّ سَعْدٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَائِيُّ

یعنی ام سعد فوت ہو گئی ہیں تو کونسا صدقہ زیادہ بہتر ہو گا نبی ﷺ نے فرمایا۔ پانی۔ تو حضرت سعد نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ ام سعد کے لیے ہے۔

عشرۃ الاسلام میں ہے کہ آدمی جو بھی صدقہ خیرات کرے اس میں اپنے والدین کی نیت کر لے تو اس سے ثواب کم نہیں ہوتا۔ بلکہ دونوں کو برابر ثواب ملتا ہے۔

## حکایت

بعض اکابر کے بارے میں منقول ہے کہ راستہ میں چلتے ہوئے اگر کوئی پتھر پڑا ملتا تو اس کو اٹھا کر راستہ کی داہنی طرف پھینکتے اور باپ کی نیت کرتے۔ اور ایک پتھر بائیں طرف پھینکتے اور ماں کی نیت کرتے۔ اور بعض غصہ کو بارادۂ احسان بالوالدین پی جاتے۔

ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کو والدین کی قبر کی زیارت کرنی چاہیے لیکن اس روایت کی سند میں ضعف ہے۔ اور زیارت کی شرط یہ ہے کہ قبر خواہ ماں باپ کی ہو یا کوئی اور قبر کو ہاتھ سے نہ چھوئے۔ نہ اس کو بوسہ دے نہ اس کے سامنے جھکے۔ نہ مٹی پر منہ رکھے کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ اور قبر کے آس پاس نہ گھومے۔

شیخ عبدالحق دہلوی حنفی نے جامع البرکات میں لکھا ہے کہ قبر کو بوسہ دینا، سجدہ کرنا اور اس پر کلہ و دستار رکھنا بالاتفاق بلا شک وشبہ حرام وممنوع ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ والدین کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے لیکن یہ روایت صحیح نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ماں باپ کی قبر کو چھونا، بوسہ دینا، اور اس پر جھکنا حرام ہے اور سجدہ کرنا صریح کفر ہے۔ خواہ وہ قبر پیغمبر ہی کی کیوں نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اپنے لیے سجدہ جائز نہیں رکھا تو مرنے کے بعد کس طرح کسی کے لیے جائز ہو سکتا ہے۔

۷) ماں باپ کے رشتہ داروں اور ان کے دوست واحباب سے وہی سلوک کرے جو وہ ان کے ساتھ کرتے تھے۔ کیونکہ والدین کے رشتہ داروں اور عزیز واقارب سے حسن سلوک سے پیش آنا گویا کہ احسان بالوالدین ہی کو درجہ کمال تک پہنچاتا ہے۔ اور یہ حق حدیث سے ثابت ہے۔

۸) ماں باپ کے لیے ہمیشہ دعا و استغفار کرے حدیث میں آیا ہے کہ

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوتُ وَالِدَاهُ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَا يَزَالُ يَدْعُو لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا رَوَاهُ الْبَيْهَقِي

اگر کسی بندہ سے ماں باپ کی زندگی میں اگر کسی طرح کی خطا و تقصیر ہوگئی ہوگی تو اس دعا کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ والدین کو اس سے راضی کرادیں گے۔

دوسری روایت اس طرح ہے

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ يَارَبِّ أَنّٰى هٰذَا؟ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ

یعنی کسی نیک آدمی کا جنت میں درجہ بلند ہوتا ہے تو وہ حیرانگی سے پوچھتا ہے یا اللہ! یہ کیسے ہوا تو اللہ فرمائیں گے کہ تیرے بیٹے کے تیرے حق میں دعا و استغفار کی وجہ سے

ہاں اگر کسی کے والدین کافر یا مشرک ہوں تو ان کے لیے دعا و استغفار قطعاً مفید نہیں ہوگا۔ کیونکہ مشرک و کافر کی بخشش نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (التوبہ:۱۱۳)

یعنی جب ان کا مرنا حالت کفر و شرک میں معلوم ہو چکا تو اب ان کے لیے

استغفار کرنا منع ہے۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (التوبہ:۱۱۴)

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے حق میں استغفار اس وقت تھا جب تک انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ جب معلوم ہو گیا استغفار سے باز آگئے۔

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنی ماں کے لیے استغفار و زیارت کی اجازت چاہی تو زیارت کی اجازت ملی لیکن استغفار کی اجازت نہ ملی۔ مشرک والدین کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ گناہ اور چیز ہے اس کے لیے استغفار ہو سکتا ہے لیکن شرک اور چیز ہے (اس کے لیے استغفار نہیں ہو سکتا)۔

جو شخص تعزیہ بناتا ہو، پیر پرست اور گور پرست ہو یا دوسری کفریہ رسومات میں مبتلا ہو اور اسی حالت میں مر جائے تو اس کے لیے بھی توبہ و استغفار نہ کرے۔

۹) اپنا باپ چھوڑ کر غیر کو اپنا باپ نہ بنائے جو نسب باپ کا ہو وہی بتائے دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرے۔ یہ بھی ماں باپ کی نافرمانی میں داخل ہے۔ سید ہو یا شیخ، مغل ہو یا پٹھان، حلال کا ہو یا حرام کا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

جس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اپنے حقیقی والد کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا اس پر جنت حرام ہو گئی۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے

لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ

اپنے باپ سے انکار اور غیر کو اپنا باپ ٹھہرانا کفر ہے۔ اسی لیے جنت اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جنت میں کوئی کافر نہیں جا سکتا۔

جو باپ کی ذات ہو اور جس کے نطفے سے ہو حرام ہو یا حلال وہی اپنی ذات بتائے۔
ایسا نہ ہو کہ باپ کو حقیر ذات کا سمجھ کر اپنے آپ کو بہتر ذات کا ٹھہرا لے کیونکہ ایسا کرنا کفر ہے۔
آج کے دور میں اسلام غریب ہو گیا ہے۔صحیح مسلمان اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔اور
کذب ونفاق کا ہر طرف ڈنکا بجتا ہے اکثر جہلاء جو کہ پیٹ کے بندے ہیں۔دنیا کمانے یا عزت
حاصل کرنے کے لیے اپنا صحیح نسب چھپاتے ہیں۔اور اپنی ذات وصفات کچھ کی کچھ بتاتے ہیں۔
حرام زادے ہیں مگر حلال زادے کہلواتے ہیں۔اصل میں کسی غلام کی اولاد ہوتے ہیں لیکن کہتے
ہیں ہم کسی آزاد شریف آدمی کی اولاد ہیں۔چنانچہ ایسے آدمی کو محروم الجنت اور اس کے فعل کو کفر کہا
گیا ہے۔اس سے زیادہ بدبختی، بدنصیبی اور سزا اور کیا ہو سکتی ہے۔

۱۰) والدین کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد راہِ راست پر قائم رہنے اور کتاب وسنت
کے مطابق نیک اعمال کرنے کی کوشش کرے، بدعت وفسق وفجور سے اپنے آپ کو
بچائے۔ بظاہر اولاد کی نیکی اولاد ہی کے لیے معلوم ہوتی ہے۔لیکن درحقیقت اولاد کی
نیکیوں میں والدین بھی اجر وثواب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔حدیث شریف میں ہے۔

اِنَّ مِمَّا یَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَلَمِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ
وَنَشَرَهٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ، اَلْحَدِیْث، رَوَاهُ مَاجَةَ وَ الْبَیْهَقِیُّ

یعنی مرنے کے بعد بھی آدمی کو جن اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے وہ علم ہے جو اس نے
پڑھایا اور نیک اولاد ہے۔

اولاد سے جو نیک عمل بھی ہوتا ہے وہ گویا ماں باپ ہی کا عمل ہے۔کہ خود تو فوت ہو گیا
مگر عمل زندہ ہے۔وہ آدمی نہایت خوش بخت وخوش قسمت ہے جو خود تو فوت ہو جائے مگر اس کا
نیک عمل زندہ رہے۔

**مسئلہ**
اہل علم کہتے ہیں کہ احسان کے تین طریقے ہیں

۱) ہر قسم کی تکلیف سے گریز کرے خواہ وہ تکلیف قولی ہو یا قطعی ہو۔اگر

وہ باز نہیں آتا تو یہ والدین کی نافرمانی ہے۔

۲) بدن اور مال سے خدمت والدین بجالائے بشرطیکہ اولاد خدمت کی طاقت رکھتی ہو اور والدین کو خدمت کی ضرورت ہو۔

۳) جب بھی وہ بلائیں ان کی آواز پر لبیک کہے۔ بشرطیکہ کوئی شرعی عذر نہ ہو۔ اگر عبادت نفلی ہے تو ان کی آواز پر ترک کردے کیونکہ اطاعتِ والدین نوافل پر مقدم ہے۔ اطاعتِ والدین، عین اطاعتِ خدا اور رسول ہے کیونکہ انہیں کے حکم سے وہ یہ حکم بجالایا ہے۔ اسی لیے بعض آثار میں ہے کہ نفلی نماز، روزہ، حج، عمرہ اور جہاد سے خدمتِ والدین افضل ہے۔ ہاں اگر کسی کام سے شرک لازم آتا ہو یا اللہ کی معصیت ہو تو والدین کی طاعت نہ کرے۔ اسی طرح ترک فرائض اور واجبات شرعی میں ان کے حکم کی نافرمانی نص کتاب وسنت سے ثابت ہے اسی طرح سنت موکدہ کے ترک میں بھی والدین کی اطاعت ضروری نہیں۔ ہاں اگر ایک دو مرتبہ سنت موکدہ کو ان کی خاطر ترک کردے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ (التوبہ:۲۳)

اے ایمان والو! اپنے والدین اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہوں۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کسی کے باپ بھائی ایمان کی راہ چھوڑ کر کفر کی راہ پر چلیں تو ان سے دوستی نہ رکھو۔ اس لیے کہ وہ اللہ کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے برادری و رشتہ داری کا ترک کرنا ایمان کی علامت ہے اور باپ بھائیوں کو باوجود نماز روزہ حج زکوۃ کے ترک کرنے کے دوست رکھنا اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی علامت ہے۔ کیونکہ فرائض کا عمداً ترک کرنا کفر ہے پس باوجود اس کے ان کے ساتھ محبت رکھنے میں رضا بالکفر لازم آتی ہے اور رضا بالکفر شرعاً کفر ہے اس مسئلہ میں اکثر مخلوق سے کوتاہی ہوتی ہے۔ اور دوسروں کی دنیا کے پیچھے اپنا ایمان کھو بیٹھتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ۔

خدا پرستی اور دینداری کا مقام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے باوجود تمام آداب کے جب اپنے باپ کو اللہ تعالیٰ کا دشمن دیکھا تو اس کی دوستی سے صاف انکار کردیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کے غیر مومن ہونے کا صاف حکم فرمایا ہے جو اللہ ورسول کے مخالفین سے دوستی رکھتے ہیں۔ اگر چہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (المجادلہ:۲۲)

یعنی جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کا دوست نہیں پائے گا خواہ وہ باپ، بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو کوئی خدا اور رسول کے دشمن کو اپنا دوست ٹھہرائے گا خواہ بھائی، باپ ہو تو وہ مومن نہیں۔ کیونکہ ایمان کی موجودگی میں غیر مومن سے تعلق کا کوئی تک نہیں۔ ایمان کی بنیاد صحیح حدیث کی روشنی میں یہی ہے کہ اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ (اللہ کے لیے محبت، اور اللہ کے لیے نفرت)

**مسئلہ** کتاب "نصاب الاحتساب" میں ہے کہ والدین کے حقوق کی بناء پر امر بالمعروف نہی عن المنکر ساقط نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا حکم وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کو وعظ و نصیحت کرنا قرآن مجید میں مذکور ہے

يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا (مریم:۴۲)

اے ابا جان! جو دیکھتا نہیں جو سنتا نہیں اور آپ کو کوئی نفع نہیں دے سکتا آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں۔ قَالَ تَعَالٰی

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا (مریم:۴۳)

اے ابا جان! میرے پاس وہ علم ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے آپ میرے پیچھے چلیں میں آپ کو راہ راست پر چلاؤں گا۔

يَاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا (مریم:۴۴)

اے ابا جان! شیطان کی پرستش نہ کرو کیونکہ وہ رحمٰن کا نافرمان ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی آیات ہیں۔

الغرض جس کسی مسلمان کے والدین ایماندار نہ ہوں یعنی کافر ہوں۔ ان کو ہدایت کی تبلیغ کرنا اور گمراہی سے روکنا اولاد پر واجب ہے۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائے۔ اور اگر ان کا نام گمراہ رکھے تو درست ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے حق میں کہا تھا کہ

وَاغْفِرْ لِاَبِيْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ

میرے والد کو معاف کر دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو آنحضور ﷺ کے سامنے گمراہ کہا۔

مَاتَ عَمُّكَ الضَّالُّ (آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا)

سید علی ہمدانیؒ نے "ذخیرۃ السلوک" میں لکھا ہے کہ احتساب کے پانچ درجے ہیں:

۱۔ تعریف ۔۲۔ وعظ و نصیحت ۔۳۔ فعل بد سے روکنا ۔۴۔ سختی اور درشتی ۔۵۔ مار پیٹ۔ سو مرتبہ اول اور دوم والدین کے حق میں درست ہیں۔ چہارم و پنجم درست نہیں۔ رہا مرتبہ سوم۔ جیسے شراب بہا دینا۔ آلات لہو ولعب کو توڑ دینا۔ ریشمی کپڑا بدن پر سے اتار لینا۔ غصب کا مال اگر گھر میں ہو تو نکال کر مستحق کو دینا یہ سب کچھ والدین کے حق میں اولاد کے لیے جائز ہے۔ اگر چہ وہ ان باتوں سے ناراض ہوں۔ یہ اس لیے کہ اسلام کے حق کی ادائیگی تمام حقوق پر مقدم ہے۔ ان کاموں کے کرنے سے اولاد نافرمان نہ ٹھہرے گی اور والدین کے لیے اولاد کے حق میں احتساب کے پانچوں درجے درست ہیں۔

# والدین پر اولاد کے حقوق کے بیان میں

جو والدین اولاد کے حقوق ادا کرتے ہیں وہ اپنے آپکو دنیا و آخرت کے فتنے سے بچاتے ہیں۔ اور جو غفلت کرتے ہیں ان کے حق میں ان کی اولاد فتنہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (التغابن:١٤)

یعنی اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہے تم ان سے بچتے رہو۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ بعض اوقات بیوی یا بچے کو اپنے خاوند و باپ سے دشمنی ہوتی ہے تو ایسے بیوی بچوں سے مومن کو بچنا چاہیے۔ قَالَ تَعَالٰی

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن:١٥)

یعنی تمہارے مال و تمہاری اولاد فتنہ ہے۔

یہ اس لیے کہ اکثر لوگ بیوی بچوں کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں کوئی اپنے عیش و عشرت کے لیے مال حرام کماتا ہے کوئی اولاد کے لیے شرک و بدعت اور کفر و معیست کا ارتکاب کرتا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ انسان کو مال و اولاد دے کر آزماتا ہے اگر وہ ان کی عداوت و فتنہ سے بچ کر نیک راہ پر رہا اور ان کو راہِ خدا پر لگایا۔ تو اس نے دنیا و آخرت کی خوبی حاصل کر لی۔ ورنہ وہ دونوں جہانوں سے گیا۔

حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میں کس کے ساتھ نیکی

کروں۔فرمایاماں باپ کے ساتھ۔اس نے عرض کیا کہ میرے والدین نہیں ہیں۔فرمایااولاد کے ساتھ۔

كَمَا لِوَالِدَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَكَذَالِكَ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ

یعنی جس طرح تیرے والدین کا تجھ پر حق ہے اسی طرح تیری اولاد کا بھی تجھ پر حق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اولاد کی تربیت اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا اس سے مواخذہ ہوگا۔کیونکہ جو بھی کسی کا حق ضائع کرے گا اس سے یقیناً باز پرس ہو گی۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میرے پاس ایک دینار ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اپنی جان پر خرچ کرو۔عرض کیا ایک اور ہے فرمایا اپنی اولاد پر صرف کرو۔عرض کیا ایک اور ہے فرمایا اپنے اہل پر خرچ کرو۔عرض کیا ایک اور ہے فرمایا أَنْتَ أَعْلَمُ (تو بہتر جانتا ہے) رواہ ابوداؤد والنسائی۔یہ حدیث نان ونفقہ کے بیان میں اصل ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کو طاقت ہو وہ اپنی اولاد پر خرچ کرے۔اور غیر پر اولاد کو ترجیح دے اول خویش بعد درویش۔

چنانچہ پہلا حق والدین پر نان ونفقہ ہے یہاں تک کہ اولاد کمائی کے قابل ہو جائے دوسرا حق یہ ہے کہ ان کو بنظر شفقت ورحمت دیکھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے لوگوں کو دیکھا اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں اور بوسہ لیتے ہیں کہنے لگا میں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یعنی اگر اللہ نے تیرے دل سے رحمت اٹھالی تو میں کیا کروں۔

۳) جب بچہ پیدا ہوا تو خوش ہو کیونکہ وہ دنیا میں نور ہے اور آخرت میں سرور اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اور زیادہ خوشی کرے۔تا کہ رسم جاہلیت کی مخالفت ہو کیونکہ وہ لڑکی کے پیدا ہونے سے عار محسوس کرتے اور بیزار ہوتے تھے۔

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۤءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۤءُ الذُّكُوْرَ

یعنی جس کو چاہتا بچیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بچے دیتا ہے۔

یہاں بچی کی ولادت کو بچے کی ولادت پر مقدم کیا ہے۔ اس لیے کہ بچی کی ولادت سے کثرت نسل، ماں کی دلی مسرت اور خانہ آبادی زیادہ ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ برکت اس میں ہے کہ عورت پہلے بچیاں جنے۔ یعنی پہلے لڑکی پیدا ہو۔ اگرچہ بچہ و بچی دونوں خدا کا عطیہ ہیں۔ پھر کسی کو نر اور مادہ دونوں دیتا ہے اور کسی کو بانجھ رکھتا ہے۔ اسی حکمت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بیٹیاں دی تھیں بیٹا نہ دیا تھا۔ جیسے حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہما السلام۔ اور بعض کو بچے اور بچیاں دونوں دیئے جیسے خاتم النبیین ﷺ۔ اگرچہ آپ کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی۔ اور کسی کو بالکل محروم رکھا جیسے حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ کہ ان کی قطعاً کوئی اولاد نہ تھی۔ چنانچہ جو نادان یہ چاہے کہ لڑکیاں پیدا نہ ہوں تو گویا وہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا ویران ہو جائے کسی نے خوب کہا کہ

لَوْ اَطَاعَ اللّٰهُ النَّاسَ فِي النَّاسِ لَمْ يَكُنِ النَّاسُ

یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے حق میں ان کی ہی بات مانتا تو آج دنیا خالی ہوتی کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ بیٹا ہو بیٹی نہ ہو۔ اگر اسی طرح ہوتا تو نسل انسانی ختم ہو جاتی۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہوا اور وہ اس کو قتل نہ کرے۔ اور نہ اس کو ذلیل و رسوا رکھے نہ بیٹوں کو اس پر ترجیح دے۔ تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بہشت میں داخل کرے گا۔ عرب جہلا میں یہ رسم تھی کہ اگر بیٹی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ دفن کر دیتے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ

یعنی جب زندہ دفن کی گئی سے سوال کیا جائیگا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی۔

اس سوال میں قاتل پر بڑا غیض و غضب ہے کہ غصہ و غضب کی وجہ سے قاتل سے سوال

نہیں کیا گیا بلکہ مقتولہ سے سوال کیا گیا۔ان کا قتل کرنا کئی وجہ سے تھا۔کچھ لوگ فقر وفاقہ کی وجہ سے قتل کر دیتے تھے۔اور خیال کرتے تھے کہ اس کی شادی بیاہ پر بہت خرچ کرنا پڑے گا اور اتنا سرمایہ ہم کہاں سے لائیں گے۔بعض ننگ وعار کی وجہ سے قتل کرتے تھے کہ ہم کسی کے خسر بنیں گے اور دامادی کا تعلق قائم ہوگا۔اور داماد کا سارا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔اور اکثر داماد نالائق، ناحق شناس، احسان فراموش، کافر نعمت، حرام خور اور بے غیر ہوتے ہیں اس لیے جابجا قرآن نے اس فعل بد کی مذمت فرمائی۔اور اس کام سے منع فرمایا۔اس کے علاوہ سب سے قریب اولاد ہوتی ہے اس میں قطع رحم بھی ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے اور ایک بڑا ظلم وستم ہے اس غریب جان پر جس کا کوئی گناہ نہیں۔اور اللہ کی تخلیق پر ناخوش ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کو مکروہ خیال کرنا ہے اور فعلِ الٰہی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نو ماہ میں بنایا اور اس نے اس کو ایک لحہ بھر میں ضائع کر دیا۔اور اللہ کی رزاقی وکارسازی پر بے اعتمادی ہے۔کہ ہم اس کا خرچ کہاں سے لائیں گے۔یہ خیال نہ کیا گیا کہ اس کا رزق ہم پر نہیں بلکہ جس نے اس کو پیدا کیا ہے وہ اس کا رازق بھی ہے۔اور بخیل اس قدر کہ اپنی جان پر اپنی چیز کو خرچ کرنا جائز نہیں سمجھتا۔اس لے کہ اولاد والدین کی جان ہوتی ہے۔اگر سعادت مند ہے۔اور ایسی چیز کی جڑ کاٹنا ہے جو کہ تمام بنی آدم کی جڑ ہے اور اس کے نسل کی بقا ممکن نہیں۔اور عار محسوس کرنا ہے ایسے کام سے جس کی بدولت سب باپ بلکہ خود آپ پیدا ہوئے ہیں الغرض اس قسم کی بہت سی قباحات اس فعل بد میں موجود ہیں۔

تفسیر فتح العزیز میں ہے کہ جس امت میں ہم ہیں اس میں یہ فعل بد ایک دوسری شکل سے نمودار ہوا ہے۔کیونکہ شیطان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب لوگ کسی کام کو شریعت کی روک ٹوک و سرزنش یا فہم وتدبر کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں تو وہ لعین اسی کام کو اور صورت سے ان کی نظروں میں اچھا کر کے دکھاتا ہے تاکہ اس کا اصل مقصد فوت نہ ہونے پائے۔کیونکہ اصل مقصد کام سے ہے وہ کسی شکل وصورت میں کیوں نہ ہو۔

وہ صورت جو اس امت میں رائج ہے وہ یہ ہے کہ لونڈوں اور نچلے طبقے کی عورتوں کا

حمل جس سے ننگ و عار لاحق ہوتی ہے بچہ پیدا ہونے سے قبل، بلکہ اس کے بدن میں روح پڑ جانے کے بعد، جس کی مدت تقریباً چار ماہ ہوتی ہے۔ گروا دیتے ہیں اور اس کو شرافت و غیرت کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔ اور بڑے فخر سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں اور قتل ناحق اور فساد عریض ہونے میں بال برابر بھی فرق نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شرافت نہیں بلکہ شر و آفت ہے ہندوستان میں اب بھی ایسے جاہل گنوار نام کے مسلمان بہت ہیں جو کہ اس رسم میں راجپوتوں کے مقلد ہیں۔ فتح العزیز میں ہے کہ فقہی حکم اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جس کسی کے ہاتھ سے اس کی اولاد براہِ خطا ضائع ہو جائے۔ جیسے چار ماہ کا حمل ساقط ہو جائے یا مقدار سے زیادہ افیون کسی کو کھلا دے یا لب بام منڈھیر، بنیر اپر بچے کو لے کر کھیلے اور وہ ہاتھ سے گر کر مر جائے تو اس صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ قیس بن عاصم تمیمی نے عرض کیا کہ اے رسول خدا ﷺ میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے جب میں کافر تھا میں نے آٹھ لڑکیوں کو زندہ دفن کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر ہر لڑکی کے بدلے ایک ایک غلام آزاد کر۔ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس اونٹ ہیں غلام نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ہر لڑکی کے عوض ایک اونٹ ہی اللہ کے راستے میں دو الغرض لڑکیوں کو مار ڈالنا کسی طریق سے ہو یا ان کے پیدا ہونے سے ناخوش ہونا۔ کافروں کا طریق ہے۔ مسلمانوں کو تو چاہئے کہ یہ ان سے حسن سلوک کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت آئی اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں۔ اس نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے اس کو خرما دیا اس نے خرما آدھا آدھا دونوں میں بانٹ دیا۔ خود کچھ نہ کھایا۔ میں نے یہ واقعہ آنحضور ﷺ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔

مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ

یعنی جو شخص بچیوں کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ لڑکیاں، اس کے اور دوزخ کے درمیان پردہ ہوں گی۔

اور حضرت انس سے روایت ہے کہ

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى بَلَغَتَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَ ضَمَّ اَصَابِعَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

یعنی جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش کی۔ یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچیں اور وہ قیامت کے دن اس طرح ہوں گے پھر ملایا آپ نے اپنی انگلیوں کو یعنی اس کا حشر میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کی اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوا۔ پھر ان کو ادب سکھایا اور ہمدردی کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو مستغنی کر دے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دیتا ہے یہی حکم ایک اور دو لڑکیوں کے بارے میں بھی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ

اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةٌ اِلَيْكَ مَالَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

یعنی بہتر صدقہ یہ ہے کہ تو اپنی اس بیٹی کے ساتھ نیکی کرے جو واپس تیرے گھر لوٹ آئی ہے۔ اور تیرے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہیں ہے۔ یعنی اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہو۔ یا وہ مر گیا ہو اور اس کا والدین کے سوا کوئی اور وارث نہ ہو جہاں وہ پناہ لے سکے۔

بچے کا والدین پر پہلا حق یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہو تو اس کی ناف کاٹے اس کو نہلائے اس کو پاک صاف کرے۔ پھر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے۔ تا کہ دنیا میں پہلی آواز جو اس کے کانوں میں پڑے وہ توحید و اسلام کی ہو۔ اس سے بچوں کو ام الصبیان بیماری لاحق نہیں ہوتی۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت حسن بن علی پیدا ہوئے تو ان کو آنحضور ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے ان کے کان میں اذان کہی۔

۲) ماں اپنے بچے کو دودھ پلائے خواہ ایک بار ہی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو اولاد کے حقوق والدین پر ذکر کیے ہیں ان میں ایک حق دودھ پلانا بھی ہے جو ماں اپنے بچے کو دودھ نہیں پلائے گی تو اس کا ایک تہائی حق کم ہو جائے گا۔ اور بچے کے رونے سے تنگ نہ ہو یہ رونا اس کے حق میں ذکر ہے۔

۳) اچھا سا نام رکھے جس میں اللہ کا بندہ اور غلام ہونے کا معنیٰ ہو۔ جتنے اللہ کے نام ہیں ان کے شروع میں لفظ عبد لگانے سے یہ معنیٰ حاصل ہو جاتا ہے یا پیغمبروں کے نام کے ساتھ نام رکھے کیونکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

تَسَمُّوْا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ

انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ نام رکھو۔

اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ اور جس نام سے غیر کا بندہ ہونے کا معنیٰ نکلتا ہو وہ نام شرکیہ ہوتا ہے جیسے عبدالنبی یا عبدالرسول یا عبدالکعبہ وغیرہ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے آیت کریمہ

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ

جب ان کو اللہ تعالیٰ نے نیک بچہ عطا کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک کرنا شروع کر دیا۔

اس آیت میں انہوں نے شرک کی ایک قسم شرک فی التسمیہ (نام رکھنے میں شرک) ذکر کی ہے۔ جس طرح ہمارے زمانے میں لوگ غلام فلاں، عبد فلاں نام رکھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ غلام بمعنی فرزند اور طفل بھی آتا ہے لیکن ہندوستان و پاکستان میں اس لفظ کو بمعنی عبد و مملوک استعمال کرتے ہیں اس لیے ایسا نام شرک فی التسمیہ میں داخل ہے۔ جہاں شرک کا گمان پیدا ہو سکتا ہو اس سے بچنا ضروری ہے۔ تاویل کی ضرورت نہیں۔ دین میں زیادہ بگاڑ اسی تاویل کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ بہت سچا نام حارث و ہمام ہے اور بہت برا نام حرب و مُرہ اور

بہت خوار نام شہنشاہ۔ ملوک و امراء، رؤسا، و سلاطین کے نام غالباً ایسے ہوتے ہیں جو شرعاً حرام یا سوءِ ادب یا کفر یا شرک ٹھہرتے ہیں۔ ایک وبال اسلام پر ان ناموں کے سبب بھی آیا اور آخرت کا شدید مواخذہ باقی رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ۔

الغرض جب نام رکھے تو اچھا نام رکھے۔ جو نام برا ہو اس کو بدل دے۔ آنحضرت ﷺ نے عاصیہ کا نام جمیلہ اور اخرم کا نام زرعہ اور حزن کا نام سہل اور حرب کا نام اسلم اور مضطجع کا نام منبعث رکھا تھا۔ اور جو بچہ ناتمام پیدا ہو مگر زندگی کے آثار موجود ہوں اس کا بھی نام رکھنا چاہیے۔

۴) پیدائش سے ساتویں دن بچے کا عقیقہ کرے۔ بیٹا ہو تو دو بکریاں، بیٹی ہو تو ایک بکری ذبح کرے۔ اور سر منڈوائے اور نام رکھے۔ حدیث میں ہے۔

کُلُّ غُلَامٍ رَهِينٌ بِعَقِيقَتِهِ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ جب تک عقیقہ نہ ہوگا تب تک بچہ ماں باپ کی سفارش نہ کرے سکے گا۔ یعنی اگر بچپن میں بے عقیقہ مر گیا تو وہ والدین کی سفارش نہ کرے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ خیرات، سلامتِ آفات اور زیارت نشو و نما سے محروم رہتا ہے۔ پھر سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرے۔ اور شکر یا کھجور چبا کر یا شہد اس کے تالو میں مل دے۔ اس کو تحنیک کہتے ہیں۔ اور بالوں کو زمین میں دفن کر دے۔ عقیقے کا گوشت ماں باپ دادا دادی کے لیے کھانا بھی درست ہے۔

۵) ساتویں دن یا اس کے بعد ختنہ کرے۔ سات سال سے زیادہ دیر ختنہ کے لیے درست نہیں۔ ختنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور اس میں یہودیوں کی مخالفت ہے۔ یہ ختنہ کرنا شرعاً واجب ہے۔ حدیث میں عورتوں کے ختنہ کا ذکر بھی آیا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ رنگ تر و تازہ ہوتا ہے شہوت سست پڑتی ہے۔ جماع میں لذت زیادہ آتی ہے۔ شوہر بیوی کو پسند کرتا ہے لیکن عورت کا ختنہ واجب نہیں۔ اور ختنہ کے وقت بچوں کو نشہ آور چیز کھلانا درست نہیں۔ بلکہ حرام ہے اور اس حکم میں مرد عورت جوان بوڑھے سب برابر شریک ہیں۔

۶) اولاد کو صحبتِ بد سے بچائے تا کہ برے افعال اور بد کرداری سے محفوظ رہ سکے۔ اور خلاف شرع کاموں سے روکے۔ اور زیادہ ناز ونخرہ اور آرائش وزیبائش سے منع کرے۔ اچھے اخلاق، اچھی عادات، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے سیکھنے میں مصروف رکھے۔ پھر کلمہ طیبہ یاد کرائے، پھر اللہ تعالیٰ کے نام اور قرآن پڑھائے۔

۷) بے نماز، بے نکاح، حرام خور، بدخو، بدکار، بدخلق عورت کا دودھ نہ پلائے۔ کیونکہ دودھ کا اثر بچے میں ضرور آتا ہے۔ لیکن اس دور میں ان تمام عیوب سے مبرا عورت کا ملنا مشکل ہو گیا ہے۔

۸) جب بچہ کھانا کھانے کے قابل ہو تو اس کو لقمہ حرام سے بچائے۔ جو بچہ حرام دودھ اور حرام غذا سے پرورش پاتا ہے تو اس حرام کی خباثت وظلمت ضرور اس کے دل کو سیاہ وتاریک کر دیتی ہے پھر وہ جوان ہو کر فاسق وفاجر بن جاتا ہے۔ اور شہوت وفساد کا گرویدہ وغلام بن جاتا ہے۔

۹) ماں باپ اور استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچے کو کھانے پینے، پہننے، سونے کے آداب سکھائیں۔ اور اس کو سمجھائیں کہ زیادہ کھانا معیوب ہے اور کھانے کو ذخیرہ کرنے سے منع کریں۔ بسیار خور بچوں کے سامنے اس کی سرزنش و مذمت کریں۔ کیونکہ بچپن میں زیادہ کھانے کی عادت بہت بری ہے اور بے شرمی و بے حیائی ہے۔

۱۰) ریشمی اور رنگین لباس اور زیور سے کنارہ کریں۔ مگر لڑکی کے لیے جائز ہے۔ اور جو بچے ایسا لباس پہنیں ان کی صحبت ومجلس سے اس کو روکیں کیونکہ صحبت بد سے بچوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ بعض بدبخت و برادر شیطان خود اپنی اولاد کو بنا سنوار کر بازاروں اور میلوں میں لے جاتے ہیں اور ان کی معشوقانہ اداؤں سے خوش ہوتے ہیں۔ اس سے فاسق وفاجر لوگوں کو بچوں سے فعل بد کی رغبت ہوتی ہے۔ اور اس گناہ کا وبال والدین پر آتا ہے کیونکہ اصل گمراہی وضلالت انہیں سے نکلی ہے۔ ہدایہ اور انصاب الاحتساب میں لکھا ہے کہ بچوں کو سونا چاندی اور ریشم پہنانا حرام ہے خواہ خلخال یا کنگن ہی کیوں کہ نہ ہوں اور اس کی پوچھ گچھ بچوں سے نہیں بلکہ والدین سے ہوگی کیونکہ بچے غیر مکلف اور احکام شرع سے جاہل ہوتے ہیں۔

۱۱) جب بچہ تعلیم کی حد کو پہنچے تو پہلے اس کو ناظرہ قرآن پڑھائے۔ پھر حفظ کرائے پھر اردو ترجمہ، پھر فارسی، پھر عربی ترجمہ سکھائے۔ جیسے موضح قرآن، فتح الرحمٰن، جلالین یا جامع البیان وغیرہ عربی ترجمہ کے لیے مفید ہیں۔ پھر عقائد کے رسائل پڑھائے کیونکہ عقیدہ کی درستگی سب سے مقدم ہے۔ یہ عقیدہ کتاب وسنت کے مطابق ہو نہ کہ منطقیوں اور فلسفیوں کے کلام کے مطابق۔ پھر سنت کی فقہ پڑھائے۔ اور رائے کی فقہ سے احتیاط کرے۔ طریقہ تعلیم کا وصیت نامہ شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی میں بہت اچھا لکھا ہے اور اہل دینؒ کے تجربہ میں آچکا ہے اور فارسی کتب میں سے گلستاں، بوستاں اور رسائل اخلاق وانشاءات پڑھانا مناسب ہیں۔ اس لے کہ (اس دور میں) فارسی دنیاداری کے اعتبار سے اور ذریعہ کے لیے مفید ہوتی ہے۔ اور رسائلِ دین بھی اس زبان میں بہت ہیں۔ لیکن ایسی کتابوں سے بچائے جن میں عشق وفسق کے قصے اور افسانے تحریر ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عربی لغت پڑھانا سکھانا، اور اکثر حالات میں اس کا استعمال کرانا بہت افضل اور مقدم ہے۔ اس لیے کہ یہ زبان ہمارے دین ایمان کی لغت ہے اور اللہ اور رسول کا کلام بھی اسی لغت میں ہے اور جنت میں بھی یہی لغت بولی جائے گی۔ حسب ونسب وزبان کی عربیت پر ہمیں فخر ہے اور یہ مناسبت ہمیں اللہ ورسول تک پہنچاتی ہے۔

فی الجملہ نسبتے کافی بود مرا　　بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

پھر ان اشعار، غزلیات، دواوین وغیرہ سے بچائے جن میں معشوق کے چہرے، رخسار، زلف اور خط وخال کا تذکرہ ہو۔ اور ایسے اشعار سے بھی باز رکھے جن میں محبوب کے ہجر ووصال اور عاشق کی آہ وزاری کا تذکرہ ہو کیونکہ بالآخر اس کا نتیجہ فحش وبدکاری کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اور اس قسم کے مطالعے سے مردوں کے ذہنوں میں خلل آجاتا ہے۔ عقل صحیح، قلب سلیم اور طبع مستقیم نہیں رہتی۔ ہم نے اکثر شعراء بوستان خیال اور فسانہ عجائب وغیرہ پڑھنے والوں کو اسی طرح کا پایا ہے۔ یہ سب فنون لہوالحدیث (فضول، بیکار) میں داخل ہیں۔ قرآن میں جس کی مذمت موجود ہے۔ ایسی کتابوں کو اس وقت دیکھنا درست ہوسکتا ہے جب انسان عاقل، بالغ،

مہذب، مؤدب، خوش عقیدہ، خوش عمل اور دوراندیش ہو۔ پھر وہ بھی کھانے میں نمک کی بقدر۔ نہ اس قدر کہ رات دن انہیں کا ہو کر رہ جائے۔ کہ ہر وقت بوستانِ خیال اور فسانہ عجائب ہی زیر مطالعہ رہے۔ کیونکہ اس کا انجام دین کی بربادی اور آخرت کی تباہی ہے۔ العیاذاً باللہ

۱۲) ہر روز اوقاتِ تعلیم کے بعد ایک دو گھنٹے بچوں کو کھیلنے کے لیے دیئے جائیں تاکہ ذہن و ذکاوت میں تنگی نہ آئے۔ اور کند ذہنی و گھٹن دامنگیر نہ ہو۔ بلکہ مزاج میں اعتدال باقی رہے۔ اور چھٹی کی امید میں سبق جلدی یاد کرلے۔ اور طبیعت کی گھٹن کی وجہ سے یادداشت کی قوت زائل و باطل نہ ہو جائے۔ بعض ناتجربہ کار لوگوں کا یہ خیال ہے کہ زیادہ مشقت لینا اور زیادہ سبق دینا جلد تعلیم مکمل کرنے کا سبب ہے اور جلد سارے کمالات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ بلکہ اہل تجربہ نے تو یوں کہا ہے کہ

طَلَبُ الْکُلِّ فَوْتُ الْکُلِّ

سارا حاصل کرنے کے لالچ میں کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا

ایک دن میں بچے کو سلیقہ شعاری سے دو کتابوں کا سبق کفایت کرتا ہے۔ اور ذکی الطبع بچہ دو چار بار میں سبق یاد کرلیتا ہے۔

۱۳) اولاد کو گالی بکنے، فحش کہنے، لعنت کرنے، بہت باتیں کرنے، بہت تھوکنے، ہر بار دوڑ کر چلنے مکتب و مجلس میں بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے سے منع کرے۔

۱۴) جو لوگ متقی، معمر، دیندار، عالم، درویش اور حق پرست ہوں اولاد کو ان کی صحبت میں بھیجے۔ اور ادب سے اٹھنا بیٹھنا راہ چلنا، بات کا جواب دینا سکھائے۔ بڑے بوڑھوں اور بزرگوں کی صحبت و مجلس میں اگر اولاد بنے گی نہیں تو بگڑے گی بھی نہیں۔ کیونکہ صحبت نیک اپنا رنگ لاتی ہے اور صحبت بد اور ہی ڈھنگ دکھاتی ہے۔

۱۵) جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو طہارت و پاکیزگی کی تربیت دے اور نماز کی عادت ڈالے۔ ہرگز سستی نہ کرے۔ جن احکام شرعیہ ضروریہ کا ان کو محتاج سمجھے ان کی تعلیم دے۔ دنیادار

علماء، روٹی طلب فقہاء اور ریا کار فقراء اور ہر قسم کے اہل بدعت و اشرار کی مجلس و صحبت سے بچائے۔

۱۶) بچوں کے سامنے ہمیشہ دنیا کی تحقیر و تذلیل اور آخرت کی تحسین و ترجیح بیان کرے۔ اور کہ عقلمند آدمی وہ ہوتا ہے جو دنیا سے آخرت کے لیے زادِ راہ لے۔ اور فانی چیز کے عوض ابدی و ہمیشگی کی چیز کو ترجیح دے اور یہ وعظ و نصیحت صرف زبان سے نہیں بلکہ عمل سے کرے۔

**حکایت** ایک بزرگ نے کہا تھا کہ "من دنیا را بازی دادم، گفتند چگونہ گفت نان اینجا خوردم و کار آنجا کردم"

یعنی میں نے دنیا کو دھوکہ دیا کہ روٹی یہاں کی کھائی اور کام وہاں کا کیا

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

پس جو بچہ اس انداز و احتیاط سے پرورش پائے گا۔ اس میں عاقل و بالغ ہوتے وقت رشد و ہدایت کے آثار اور ظاہر باطن کی برکات کی علامات ظاہر ہوں گی۔ اور صحبت نیک سے مانوس ہو کر صحبت اہل شرور سے کنارہ کش رہے گا۔ اور جو بچہ اس کے برعکس بچپن ہی سے صحبت بد میں رہے گا بڑا ہو کر وہ شیطان سے دو ہاتھ آگے ہوگا۔ بے شرمی، گالی گلوچ، فحش و بدزبانی، مکر و حرص، چوری و دروغگوئی، دمبازی و زینت لباس و سواری لسانی، شعر خوانی، داستان سرائی وغیرہ اخلاقِ بد اس کا معمول بن جاتے ہیں۔ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ کر باطل و اہل باطل کا یگانہ، فاسقوں اور فاجروں کا ہم آشیانہ اور شیاطین کا نشانہ بن جائے گا۔ اس کے دل پر کسی کی نصیحت و وعظ کچھ اثر نہیں کرے گی۔ یا بہت کم اثر کرے گی۔ اس کی تمام کوشش فسق و فجور، لہو و لعب اور آرائشِ جامہ اور زیبائشِ تن میں مصروف رہے گی۔ آج کل رؤسا و امراء کے بچوں کو دیکھو تو ان میں یہی عاداتِ رذیلہ موجود ہیں جب ان کا یہ حال ہے تو غریب لوگوں کی اولاد کا کیا حال ہوگا۔ حالانکہ ان تمام امور کا وبال والدین کے نامہ اعمال میں درج ہوتا ہے۔ اولاد کے ساتھ انس و محبت صرف اسی قدر ہونا چاہئے جس سے دامن دین داغدار نہ ہو۔ اور ایمان پر کوئی دھبہ نہ لگے۔ اور اگر اولاد کی محبت میں انسان نے اپنی آخرت کو تباہ کر لیا تو اللہ و رسول دونوں سے محروم ہو جائے گا۔

کتاب فصل الخطاب میں جناب مرتضیٰ سے نقل کیا ہے۔

لَا تَجْعَلَنَّ اَكْثَرَ شُغْلِكَ لِاَهْلِكَ وَوَلَدِكَ فَاِنْ يَّكُنْ اَهْلُكَ وَوَلَدُكَ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَوْلِيَائَهٗ وَ اِنْ كَانَ اَهْلُكَ وَوَلَدُكَ مِنْ اَعْدَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَمَا هَمُّكَ بِاَعْدَاءِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ

یعنی تو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ زیادہ مصروف نہ ہو۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتے۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہوں گے تو تجھ کو اللہ کے دشمنوں سے کیا غرض۔ تجھے ان کی قطعاً پرواہ نہیں ہونی چاہیے۔ بعض بدنصیب ایسے بھی دیکھے ہیں جو کہ اولاد کے غم و فکر میں اپنا دین تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی نیکی کرنے کے لیے کہا جائے تو جواب دیتے ہیں کہ ہمیں بال بچوں سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ نیکی کا وقت کس طرح نکالیں؟ اور شریعت پر کس طرح چلیں؟ اور نماز روزہ کیسے ادا کریں؟ اس طرح کے کلمات زبان پر لانا صریح کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو مال و اولاد کو صرف دنیا کی زینت قرار دیا ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

مال و اولاد دنیا کی زیب و زینت ہیں

اور مزید فرمایا۔

لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

تمہارے مال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں جنہوں نے ایسا کیا وہ لوگ نقصان والے ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ (القرآن)

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی (کرنے) کی وصیت کی ہے (البتہ) اگر وہ (والدین) تمہارے ساتھ یہ کوشش کریں کہ تم میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں تو تم ان کی اطاعت نہ کرو۔“